ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 24 شمارہ 03 ستمبر 2026ء - ربیع الاول 1448ھ

جلد 24 شمارہ 03

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

ستمبر 2026ء - ربیع الاول 1448ھ

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد ناصر — مولانا طارق محمود — [illegible]

فی شمارہ.................. 50 روپے

سالانہ .... 500 روپے

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 500روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ”التبلیغ“ حاصل کیجئے

قانونی مشیر

محمد شرجیل جاوید چوہدری

ایڈوکیٹ ہائی کورٹ

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

مولانا عبدالسلام صاحب - 0333-5365831

www.idaraghufran.org

Email:idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال..............ملک کو غیر مستحکم کرنے کی کوشش...............مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ نساء: قسط14)...............................عورتوں پر ظلم کی ممانعت اور

حسنِ معاشرت کی تاکید...// // 6

درسِ حدیث....کلماتِ ''باقیاتُ الصالحات'' کے فضائل (چوتھی وآخری قسط)....// // 15

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات..مفتی محمد رضوان 24

علم کے مینار: ....فقہ مالکی، منہج، تلامذہ،

کتب، مختصر تعارف (پینتالیسواں حصہ)....................................مفتی غلام بلال 30

تذکرۂ اولیاء: ....حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور

میں تدوینِ قرآن (حصہ:2)..مولانا محمد ریحان 33

پیارے بچو!...............مجبوری کا فائدہ ایک بڑی بیماری.................// // 36

بزمِ خواتین....زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات (حصہ:23)....مفتی طلحہ مدثر 37

آپ کے دینی مسائل کا حل ....''تفقہ فی الدین'' کی

فضیلت واہمیت (دوسری وآخری قسط)..ادارہ 40

کیا آپ جانتے ہیں؟...''رسومِ افتاء واصولِ افتاء'' پر کلام (قسط19)....مفتی محمد رضوان 46

عبرت کدہ ....حضرت شمویل علیہ السلام (قسط3)..........مولانا طارق محمود 54

طب وصحت...................................اختلاجِ قلب، اسباب، علامات،

احتیاط اور علاج..حکیم مفتی محمد ناصر 57

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز...........................// // 59

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

ملک کو غیر مستحکم کرنے کی کوشش

افسوس ہے کہ ملکِ پاکستان کے قیام کے بعد یہاں کے بہت سے باشندگان، اور بطورِ خاص بیشتر سیاستدان حضرات نے وطنِ عزیز کی کماحقہ قدر نہیں کی، اور ملک وملت کی تعمیر وترقی کے مقابلہ میں اپنے ذاتی مفادات واغراض کو ترجیح دینے اور مال ومنصب کے عہدوں کی خاطر ایک دوسرے سے لڑنے، جھگڑنے میں اپنی صلاحیتوں کو خرچ کیا، جس کی وجہ سے ملک وملت کے تعمیراتی وترقیاتی منصوبوں کی سوچ اور جذبہ رکھنے والوں کی قدم قدم پر حوصلہ شکنی، اور پریشان کُنی کے مناظر سامنے آتے رہے، اور اس کے نتیجہ میں ملک وملت کے لئے ہمدردی وقربانی کا سچا جذبہ رکھنے والے افراد وطبقات رفتہ رفتہ اپنے جذبات اپنے سینوں میں لے کر اس دنیا ہی سے رخصت ہوتے چلے گئے، اور جو بچے کھچے رہے، وہ یا تو پیچھے ہٹتے چلے گئے، یا پھر انہوں نے وطنِ عزیز سے باہر کوچ کرنے میں عافیت محسوس کی، اور کم ہی لوگ سیاست واقتدار میں ایسے رہے، جو مذکورہ جذبہ رکھتے ہوں۔

اس صورتِ حال کے تناظر میں مال وجاہ کے حریص طبقہ کو میدان خالی نظر آیا، تو اس نے سیاست میں اپنے قدم گاڑ لئے اور اپنا شکنجہ سخت کرلیا، اور اب ان سے جان چھڑانا بھی ایک مشکل مرحلہ بن کر رہ گیا۔

اور اسی کا اثر ہے کہ اگر کبھی عوامی ووٹوں، یا آپس کی چپقلش، یا کسی کی مداخلت کی وجہ سے اس قسم کے بعض طبقات عملی سیاست واقتدار سے کسی وقت باہر رہ جاتے ہیں، اور ان کی جگہ تعمیری ذہن رکھنے والے بعض طبقات اقتدار میں آجاتے ہیں، تو اقتدار سے باہر رہ جانے والے ٹولے اکھٹے ہوکر اپنے لئے اقتدار حاصل کرنے کی ہوس میں ایسی سازشیں رچتے ہیں کہ دوسروں کے لئے اقتدار میں رہنا اور کارِ سرکار کو چلانا، ایک مشکل ترین مرحلہ بن کر رہ جاتا ہے، اور بعض اوقات اس

طرح کے طبقات خود اقتدار وسیاست کا حصہ ہوتے ہیں، لیکن تعمیری سوچ رکھنے والے طبقات کے ساتھ اقتدار میں رہتے ہوئے، ان کو اپنے کاروبار، اور روزگار کو نقصان پہنچتا ہے، تو وہ خود ہی تعمیری سوچ رکھنے والے طبقات کا ساتھ چھوڑنے کی دھمکی لگاتے ہیں، جس کی وجہ سے تعمیری سوچ رکھنے والے طبقات کو بامرِ مجبوری ان تخریبی ذہن رکھنے والوں کے ساتھ سمجھوتہ کرنا مجبوری بن جاتا ہے، اور اس طرح تعمیر وترقی کے کاموں کو آگے بڑھانا ممکن نہیں رہ پاتا، اور ملک وملت کی ترقی کے امور پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ پاتے، بلکہ بعض اوقات تو پورے ملک کو غیر مستحکم کرنے کے دہانے تک نوبت پہنچ جاتی ہے، جو دوسروں سے حسد وتحاسد کا اثر ہوتا ہے، کیونکہ حسد کی خاصیت یہ ہے کہ دوسرے کو نقصان پہنچانے کی خاطر اپنے نفع ونقصان سے بھی نظر ہٹ جاتی ہے، اور یہ خیال بھی نہیں رہ پاتا کہ ہمارے اس کردار سے تو پورا ملک ہی خطرات سے دوچار ہونے لگا ہے، جس کی نعمتوں سے وہ خود، اور ان کے متعلقین مستفید ہو رہے ہیں۔

اور افسوس کہ اس سلسلہ میں اقتدار کی ہوس میں بعض مذہبی سیاسی جماعتوں کے اہلِ حل وعقد کا کردار بھی کم وبیش اسی نوعیت کا ہے، جو کسی نہ کسی مذہبی شوشہ کو چھوڑ کر دینی ومذہبی سوچ رکھنے والے عوامی طبقات کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں، اور اصل مقصود درِ پردہ اپنے لیے اقتدار کی ہوس ہوتا ہے۔

اور ملک میں یہ سلسلہ ایک مدت سے تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔

چنانچہ بعض مذہبی سیاسی جماعتوں کا کردار یہی دیکھنے میں آتا رہا کہ جب جب ان کو سیاست واقتدار میں شریک کیا گیا، اور ان کو اپنا حصہ ملا، تو انہوں نے ٹھنڈے پیٹوں اسی سیاسی نظام کو قبول کئے رکھا، اور اس سیاسی نظام سے ان کا شکوہ ختم ہوگیا، اور ان کی زبانوں پر تالے لگ گئے، اور جب ان کو اقتدار میں ان کا حصہ نہیں ملا، تو انہیں اسی سیاسی نظام میں طرح طرح کے کیڑے نظر آنا شروع ہوگئے۔

اس وقت بھی بعض مذہبی سیاسی جماعتوں کے مقتداؤں کو یہی پریشانی لاحق ہے۔

اور بے چاری عوام کو بہرصورت ان کے حقوق سے محروم رکھا جاتا رہا، لیکن چونکہ عوام خود اپنے

مقتداؤں کے ہاتھوں اس گھناؤنی سازش کے لئے استعمال ہوتے رہے،اس لئے ان کوبھی بری الذمہ قرارنہیں دیا جاسکتا، کیونکہ اللہ نے ان کو جوعلم وشعوردیا ہے،اس کواستعمال کرنا ضروری ہے، ہرصحیح وغلط بات میں تقلیدِ جامد کےکوئی معنیٰ نہیں۔

ظاہر ہے کہ اس بگڑے ہوئے نظامِ سیاست کوتبدیل کرنا اس وقت تک ممکن نہیں،جب تک عوام میں صحیح اور معنیٰ خیز سیاسی شعور بیدار نہ ہو،اور ایسا ہونا اس وقت تک ممکن نہیں،جب تک عوام دوسروں کے ہاتھوں ان کے ذاتی اغراض و مقاصد کے لئے استعمال ہونے کی روش کوترک نہ کریں،اوراس روش کوترک کرنا،اس وقت تک ممکن نہیں،جب تک بے جا محبت وبغض اورتعصب وتحزب سے اپنے آپ کو بچاکرعدل وانصاف کونہ اپنالیا جائے،کیونکہ کسی کی بے جا محبت وعقیدت اس کی برائیوں اورعیبوں پر پردہ ڈال دیتی ہے،اوراسی طرح کسی سے بے جا بغض وعداوت اس کے چھوٹے چھوٹے عیبوں اور برائیوں کو بڑا بنا کرپیش کرتی ہے،اوراس کے نتیجہ میں بھلے، برے کی تمیزختم ہوجاتی ہے،اور''گدھے گھوڑے برابر''ہوجاتے ہیں۔

بہرحال وطنِ عزیز میں وقتاً فوقتاً جس طرح بھونچال نظرآتے،اورمحسوس کیے جاتے ہیں،جن سے یکلخت ملک غیرمستحکم ہوتا دکھائی دیتا ہے، اس میں عموماً تخریبی ذہنیت اور مفاد واغراض پرست طبقات وافراد کا ہاتھ ہوتا ہے،جس کے لیےعوام بےوقوف بن کراستعمال ہوتے ہیں،اوراپنے ہی پاؤں پرکلہاڑی مارنے کا کرداراداءکرتے ہیں۔

اورنہ جانے پسِ پردہ کیا کیا کھیل،کھیلا جاتا ہے،اور جب ان مفاد پرستوں کو بھربھرکر مال مل جاتا ہے،توتماشا بند کردیا جاتا ہے،گویا کہ اس سازشی ٹولہ کا مقصوداپناذاتی ومالی مفاد ہوتا ہے، وہ جب پوراہوجائے،توسکون مل جاتا ہے،اورسارا نظام درست معلوم ہونے لگتا ہے،ورنہ سارا نظام فاسد، بے کاراور بے دین نظرآنے لگتا ہے۔

اللہ تعالیٰ وطنِ عزیزکوہرقسم کے مفاد پرست اورسازشی ٹولہ سے حفاظت عطاءفرمائے۔ آمین۔

درسِ قرآن (سورہ نساء: قسط:14، آیت نمبر19) مفتی محمد رضوان

عورتوں پر ظلم کی ممانعت اور حسنِ معاشرت کی تاکید

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّیَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا (19)(سورۃ النساء)

ترجمہ: اے وہ لوگو! جو ایمان لائے نہیں حلال ہے تمہارے لیے، یہ کہ وارث بنو تم عورتوں کے زبردستی، اور نہ روک کر رکھو تم ان کو، اس غرض سے کہ لے لو تم بعض وہ (مال) جو دے دیا ہے، تم نے ان (عورتوں) کو، مگر یہ کہ لائیں وہ کھلی فاحشہ کو، اور معاشرت اختیار کرو تم ان (عورتوں) کے ساتھ معروف طریقہ سے، پھر اگر ناپسند کرو تم ان (عورتوں) کو، تو ممکن ہے کہ ناپسند کرو تم کسی چیز کو، اور رکھ دیا ہو، اللہ نے اس میں خیرِ کثیر کو (19)(سورہ نساء)

تفسیر وتشریح

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے چند حقوق اور ان کے ساتھ حسنِ معاشرت اختیار کرنے کا حکم بیان فرمایا ہے۔

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا، وَلاَ تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ) (النساء) قَالَ: كَانُوا إِذَا مَاتَ الرَّجُلُ كَانَ أَوْلِيَاؤُهُ أَحَقَّ بِامْرَأَتِهِ، إِنْ شَاءَ بَعْضُهُمْ تَزَوَّجَهَا وَإِنْ شَاءُوا زَوَّجُوهَا، وَإِنْ شَاءُوا لَمْ يُزَوِّجُوهَا فَهُمْ أَحَقُّ بِهَا مِنْ أَهْلِهَا، فَنَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ فِي ذَلِكَ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۵۷۹، کتاب تفسیر القرآن)

ترجمہ: ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے (سورہ نساء کی) اس آیت:

”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ“

کے بارے میں فرمایا کہ جب آدمی مرجایا کرتا تھا، تو اس آدمی کے اولیاء (واقرباء) اس فوت ہونے والے کی بیوی کے زیادہ حق دار شمار ہوتے تھے، اگر ان میں سے بعض لوگ چاہتے، تو اس عورت سے نکاح کرلیاتے تھے، اور اگر چاہتے، تو اس سے نکاح نہیں کرتے تھے، پس وہی اس عورت کے گھر والوں کے مقابلہ میں اس عورت کے زیادہ حق دار شمار ہوتے تھے، جس پر (سورہ نساء کی) یہ مذکورہ آیت نازل ہوئی (صحیح بخاری)

اور سنن ابی داود میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

(لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ) وَذَلِكَ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَرِثُ امْرَأَةَ ذِي قَرَابَتِهِ فَيَعْضُلُهَا حَتَّى تَمُوتَ أَوْ تَرُدَّ إِلَيْهِ صَدَاقَهَا، فَأَحْكَمَ اللَّهُ عَنْ ذَلِكَ وَنَهَى عَنْ ذَلِكَ (سنن ابی داود، رقم الحديث ٢٠٩٠، باب قوله تعالى: لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ) [1]

ترجمہ: (سورہ نساء کی) آیت: ” لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ ، اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ “

اس پر نازل ہوئی کہ آدمی اپنے قرابت دار کی بیوی کا وارث شمار ہوتا تھا، پھر وہ اس عورت کو روک کر رکھا کرتا تھا، یہاں تک کہ وہ عورت یا تو فوت ہوجائے، یا پھر اس کو اپنا مہر واپس لوٹا دے، تو اللہ نے یہ حکم دیا، اور اس طریقہ سے منع کیا (سنن ابی داود)

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بسندِ حسن روایت ہے کہ:

لَمَّا تُوُفِّيَ أَبُو قَيْسِ بْنِ الْأَسْلَتِ أَرَادَ ابْنُهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ امْرَأَتَهُ مِنْ بَعْدِهِ،

---

[1] قال شعيب الأرنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن. علي بن الحسين بن واقد حسن الحديث (حاشية سنن ابی داود)

www.idaraghufran.org

فَكَانَ ذٰلِكَ لَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ (لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا) (السنن الكبرىٰ للنسائی،رقم الحديث ١١٠٢٩،كتاب التفسير،سورة النساء)

ترجمہ: جب ابوقیس بن اسلت فوت ہو گئے، تو ان کے بیٹے نے، ان کے بعد ان کی بیوی سے نکاح کرنا چاہا، جو اُن لوگوں کے لئے جاہلیت میں جائز تھا، تو اللہ عزوجل نے (سورہ نساء کی) یہ آیت نازل فرمائی کہ:

لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا (سنن کبریٰ نسائی)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت میں عورتوں کے نکاح کے بعد اس کی سسرال والوں کا ہی اس پر اختیار چلا کرتا تھا، اگر اس عورت کا شوہر فوت ہو جاتا تھا، تو اس کو خود سے نہ تو اپنا کسی جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوتا تھا، نہ ہی اس کو شوہر کی میراث سے حصہ دیا جاتا تھا، اور اگر اس نے اپنے شوہر سے مہر، یا اس کی جگہ کوئی چیز لی ہوئی ہوتی تھی، وہ بھی، یا اس کا کوئی پسندیدہ حصہ اس سے واپس لے لیا جاتا تھا، اور اس طرح عورت کو ایک وراثتی مال ودولت کی طرح بے جان چیز تصور کیا جاتا تھا، جس پر سورہ نساء کی مذکورہ آیت نازل ہوئی، جس میں ایسا کرنے کے حلال ہونے کی نفی کی گئی، اور فرمایا گیا کہ:

”يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ“

”اے وہ لوگو! جو ایمان لائے نہیں حلال ہے تمہارے لیے، یہ کہ وارث بنو تم عورتوں کے زبردستی، اور نہ روک کر رکھو تم ان کو، اس غرض سے کہ لے لو تم بعض وہ (مال) جو دے دیا ہے تم نے اُن (عورتوں) کو“

افسوس کہ آج پھر بعض مسلمانوں میں عورتوں کے ساتھ زمانہ جاہلیت والا طریقہ اختیار کیا جانے لگا ہے کہ نکاح کے بعد عورت کو سسرال والوں کی ملکیت سمجھا جانے لگتا ہے، اور جب کسی عورت کا شوہر فوت ہو جاتا ہے، تو اس کو عدت گذرانے کے باوجود سسرال والوں کی طرف سے نہ تو کسی جگہ اپنی مرضی سے نکاح کرنے کا اختیار حاصل ہوتا، نہ ہی اس کو اس کے شوہر کی طرف سے حاصل شدہ

میراث کا شرعی حصہ حوالے کیا جاتا، بلکہ اگر وہ کسی جگہ نکاح کرنا چاہے، تو اس کی ملکیت سے بھی اس کو محروم کیا جاتا ہے، اور اس پر قبضہ جمانے اور تسلط قائم کرنے کے لئے سسرال والوں کی طرف سے کسی بھی شخص کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے، تاکہ میراث سے حاصل شدہ کوئی حصہ وہ خاندان سے باہر نہ لے جاسکے، یا اپنی مرضی ومنشاء کے مطابق استعمال نہ کرسکے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ عورتوں پر سراسر ظلم ہے، اور یہ اسی زمانہ جاہلیت کا شاخسانہ ہے، جس سے بچانے کے لئے قرآن مجید کی سورہ نساء کی مذکورہ آیت نازل ہوئی تھی۔

پھر سورہ نساء میں آگے ایک استثنائی حکم درجِ ذیل الفاظ میں نازل کیا گیا:

"اِلَّآ اَنۡ يَّاۡتِيۡنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ"

"مگر یہ کہ لائیں وہ کھلی فاحشہ کو"

اس آیت میں "فاحشة مبينة" سے زناء مراد ہے، فاحشہ کی جمع فواحش آتی ہے، اس کا سب سے بڑا اور سخت درجہ زنا ہے، اسی کو "فاحشہ مبینہ" کہا جاتا ہے، اور اس سے نیچے کی وہ چیزیں، جو شرم گاہ کے زنا سے کم ہیں، جیسا کہ بدنظری، بے حیائی کی باتیں وغیرہ، وہ بھی فاحش، یا فواحش، اور فحش کاموں کے مفہوم میں داخل ہیں، لیکن وہ صریح زنا، اور "فاحشہ مبینہ" سے کم درجہ کی گناہ ہیں، بہرحال مذکورہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ عورتیں زنا کی مرتکب ہوں، تو پھر اس پر تنبیہ وسزاء ہوگی، جس کی بعض احادیث میں تفصیل آئی ہے۔

چنانچہ حضرت عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّـهُ شَهِدَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-، فَحَمِدَ اللَّـهَ وَأَثْنَـى عَلَيْهِ، وَذَكَّرَ وَوَعَظَ، ثُمَّ قَالَ" :اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّهُنَّ عِنْدَكُمْ عَوَانٍ، لَيْسَ تَمْلِكُونَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذَلِكَ، إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ، فَإِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا، إِنَّ لَكُمْ مِنْ نِسَائِكُمْ حَقًّا، وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا، فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ :فَلَا يُوَطِّئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُونَ، وَلَا يَأْذَنَّ فِي بُيُوتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُونَ، أَلَا وَحَقُّهُنَّ

عَلَيْكُمْ أَنْ تُحْسِنُوا إِلَيْهِنَّ فِي كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ (سنن ابنِ ماجه،رقم الحديث ١٨٥١) [1]

ترجمہ: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی،اور وعظ ونصیحت کی،پھر فرمایا کہ تم عورتوں کے ساتھ خیر کی نصیحت حاصل کرلو،کیونکہ بے شک وہ تمہارے پاس ماتحتی وتابعداری میں ہیں،تم ان کے متعلق اس کےعلاوہ کسی چیز کے مالک نہیں ہو،الا یہ کہ وہ کھلی فاحشہ کاارتکاب کریں،اگر وہ ایسا کریں،تو تم ان کو بستروں پر چھوڑ دو،اوران کو غیرمبرح طریقہ پرضرب لگاؤ(جس میں زخم نہ پڑے،کھال نہ پھٹے وغیرہ)پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرلیں،تو ان کے خلاف کوئی زیادتی والا راستہ تلاش مت کرو،بے شک تمہارے لئے تمہاری عورتوں کی طرف سے حق ہے،اورتمہاری عورتوں کے لئے بھی تم پر حق ہے،جہاں تک تمہاری عورتوں پرتمہارے حق کا تعلق ہے،تو وہ تمہارے بستر پر ایسے شخص کو نہ بٹھائیں،جس کوتم ناپسند کرتے ہو،اورنہ ہی تمہارے گھروں میں کسی ایسے شخص کوداخل ہونے کی اجازت دیں،جس کوتم ناپسند کرتے ہو،یادرکھو کہ ان کاتم پر یہ حق ہے کہ تم ان کےلباس اورکھانے کی ضروریات کواچھے طریقہ پر پوری کرو(سنن ابنِ ماجہ)

پھرسورہ نساء کی مذکورہ آیت کےاگلے حصہ میں عورتوں کے ساتھ حسنِ معاشرت اختیار کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے،اور ساتھ ہی عورتوں کی کسی ناپسندیدہ خصلت وعادت پرصبر کرنے کی عمدہ طریقہ پر ہدایت فرمائی گئی ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے کہ:

”وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا“

”اورمعاشرت اختیار کروتم ان(عورتوں)کے ساتھ معروف طریقہ سے،پھر اگر ناپسند کروتم ان(عورتوں)کو،تو ممکن ہے کہ ناپسند کروتم کسی چیز کو،اوررکھ دیا ہو،اللہ نے اس میں خیرِ کثیر کو“

[1] قال شعيب الأرنؤوط :صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن(حاشيةسنن ابنِ ماجه)

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گذر چکا ہے کہ:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (سورة البقرة، آية ۲۲۸)

ترجمہ: اور عورتوں کے لیے (مردوں کے اوپر) اسی کے مثل (حق) ہے، جو اُن (عورتوں) کے اوپر (مردوں کا حق) ہے، معروف طریقہ پر، اور مرد حضرات کے لئے اُن (عورتوں) پر ایک درجہ (کی فوقیت حاصل) ہے، اور اللہ عزیز ہے، حکیم ہے (سورہ بقرہ)

معلوم ہوا کہ اسلام میں زوجین کے ایک دوسرے پر اچھے طریقہ سے حقوق کی ادائیگی مقرر کردی گئی ہے، البتہ مرد حضرات کو عورتوں پر درجہ میں فوقیت وفضیلت عطاء کردی گئی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حجۃ الوداع کے لمبے خطبہ والی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مذکور ہے کہ:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِى النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوْهُنَّ بِأَمَانِ اللّٰهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ ، وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُوْنَهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ ذٰلِكَ فَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ۱۲۱۸ "۱۴۷" كتاب الحج، باب حجة النبى صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: تم عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ تم نے ان عورتوں کو اللہ کی امان کی وجہ سے حاصل کیا ہے، اور اللہ کے کلمہ (یعنی اللہ کے حکم کے مطابق نکاح کا ایجاب و قبول کرنے) کی وجہ سے ان کی شرمگاہیں تمہارے لئے حلال ہوئی ہیں، اور ان عورتوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر ان لوگوں کو نہ بٹھائیں، جو تمہیں ناپسند ہوں، اور اگر وہ ایسا کریں، تو ان کو ضرب لگاؤ، بغیر نشان والی (یعنی ہلکی پھلکی) اور ان عورتوں کا تمہارے اوپر حق یہ ہے کہ تم ان کی خوراک اور لباس ان کو معروف طریقہ پر دو (مسلم)

اور حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا حَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ؟ قَالَ : أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا

www.idaraghufran.org

طَعِمْتَ، وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ، أَوِ اكْتَسَبْتَ، وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ، وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ (ابوداؤد،رقم الحديث ٢١٤٢،كتاب النكاح، باب في حق المرأة على زوجها) [1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہماری بیوی کا ہم پر کیا حق ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آپ کھانا کھاؤ تو اس کو بھی کھلاؤ اور جب کپڑا پہنو، یا کماؤ تو اس کو بھی پہناؤ اور اس کے منہ پر مت مارو اور بُرا بھلا مت کہو، اور گھر کے سوا اس سے جدا مت رہو (ابوداؤد)

گھر کے سِوا اُس سے جدا نہ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ناراضگی کی بھی نوبت آ جائے، تو بستر سے تو جدائیگی اختیار کر سکتے ہو، لیکن گھر سے جدائیگی اختیار کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِمْ (سنن الترمذى،رقم الحديث ١١٦٢، ابواب الرضاع، باب ما جاء في حق المرأة على زوجها) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں، جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، اور تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں، جو اپنی بیویوں کے ساتھ اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوں (ترمذی)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ١٩٧٨، كتاب النكاح، باب حسن معاشرة النساء) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں، جو اپنی بیویوں کے ساتھ سب سے بہتر ہوں (ابنِ ماجہ)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية سنن ابى داؤد)

[2] قال الترمذى: وفي الباب عن عائشة، وابن عباس: حديث أبي هريرة هذا حديث حسن صحيح.

[3] قال شعيب الارنؤوط: رجاله ثقات رجال الصحيح (حاشية سنن ابنِ ماجه)

www.idaraghufran.org

انسان چونکہ عالم الغیب نہیں، اور دنیا کی ہر چیز میں کوئی نہ کوئی عیب، یا ناپسندیدہ چیز ہوا کرتی ہے، لیکن ضروری نہیں کہ جو بھی ناپسندیدہ چیز ہو، وہ بہرحال بری ہو، بلکہ بسا اوقات کسی ناپسندیدہ چیز میں بھی خیرِ کثیر ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٤٦٩ "٦١" كتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مؤمن، کسی مؤمنہ عورت سے بُغض (وعداوت اور عناد) نہ رکھے، اگر وہ اس عورت کے کسی عادت کو ناپسند کرتا ہے، تو وہ اس کی کسی دوسری عادت سے راضی اور خوش بھی ہوتا ہے (مسلم)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ، إِنْ أَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا، وَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ (صحيح البخاري، رقم الحديث ٥١٨٤، كتاب النكاح، باب المداراة مع النساء، وقول النبي صلى الله عليه وسلم: إنما المرأة كالضلع)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت پسلی کی طرح ہے، اگر تم اسے سیدھا کرو گے، تو وہ ٹوٹ جائے گی، اور اگر تم اس سے فائدہ اٹھاؤ گے، تو اس حال میں اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو کہ اس میں ٹیڑھ موجود رہے گی (بخاری)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَإِذَا شَهِدَ أَمْرًا فَلْيَتَكَلَّمْ بِخَيْرٍ أَوْ لِيَسْكُتْ، وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ، فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، إِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٤٦٨ "٦٠" كتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء)

ترجمہ: جوشخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، تو جب وہ کسی کام پر حاضر ہو، تو وہ خیر والی بات کرے، یا خاموش رہے، اور تم عورتوں کے بارے میں نصیحت حاصل کرو، کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اور پسلی میں اوپر کا حصہ زیادہ ٹیڑھا ہے، اگر آپ اسے سیدھا کرنا چاہو گے، تو تم اسے توڑ دو گے، اور اگر تم اسے چھوڑ دو گے، تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی، تم عورتوں کے معاملہ میں خیر کی وصیت حاصل کرو (مسلم)

اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَجِبْتُ لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ حَمِدَ اللّٰهَ وَشَكَرَ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ مُصِيْبَةٌ حَمِدَ اللّٰهَ وَصَبَرَ، فَالْمُؤْمِنُ يُؤْجَرُ فِيْ كُلِّ أَمْرِهِ، حَتّٰى يُؤْجَرَ فِي اللُّقْمَةِ يَرْفَعُهَا إِلٰى فِيِّ امْرَأَتِهِ (مسند احمد، رقم الحديث ١٤٩٢)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے مومن کی حالت پر خوشی ہوئی، اگر اسے کوئی خیر کی بات پہنچتی ہے، تو وہ اللہ کی حمد وتعریف اور شکر کرتا ہے، اور اگر اسے کوئی مصیبت وتکلیف پہنچتی ہے، تو وہ اللہ کی حمد وتعریف اور صبر کرتا ہے، تو مومن کے ہر کام میں اُسے اجر وثواب عطاء کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کو اس لقمہ پر بھی اجر وثواب عطاء کیا جاتا ہے، جو وہ اپنی بیوی کے منہ میں اٹھا کر لے جاتا ہے (مسند احمد)

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

نگارشاتِ بخاری

تذکرۂ علمائے رفتگان

(عظیم علمی وروحانی شخصیات ووفیات کا جامع تذکرہ)

مؤلفہ: مولانا حافظ اکبر شاہ صاحب بخاری

ناشر: ادارہ اسلامیات، لاہور، کراچی 042-37324412-0324-5773262

مفتی محمد رضوان

درسِ حدیث

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

کلماتِ ’’باقیاتُ الصالحات‘‘ کے فضائل (چوتھی وآخری قسط)

یہ کلمات، عظیم نیکیوں اورگناہوں کی معافی کا ذریعہ ہیں

حضرت ابوسعید خدری اورابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ اصْطَفَی مِنَ الْكَلَامِ أَرْبَعًا :سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ "، قَالَ " :وَمَنْ قَالَ :سُبْحَانَ اللهِ كُتِبَ لَه عِشْرُونَ حَسَنَةً، وَحُطَّ عَنْهُ عِشْرُونَ سَيِّئَةً، وَمَنْ قَالَ :اللهُ أَكْبَرُ فَمِثْلُ ذَلِکَ، وَمَنْ قَالَ :لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فَمِثْلُ ذَلِکَ، وَمَنْ قَالَ :الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِینَ مِنْ قِبَلِ نَفْسِهِ، كُتِبَ لَهُ بِهَا ثَلَاثُونَ حَسَنَةً، وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا ثَلَاثُونَ سَيِّئَةً (مسند احمد، رقم الحدیث ۸۰۹۳) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے کلام میں چار کا انتخاب فرمالیا، ایک سبحان اللہ ، دوسرے الحمدللہ، تیسرے لآالٰـہ الااللہ ، چوتھے اللہ اکبـر ، اورفرمایا کہ جس نے سبحان اللہ کہا، تواس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی، اوراس کے دس گناہ معاف کئے جائیں گے، اورجس نے اللہ اکبـر ، کہا، اس کے لئے بھی اسی طرح کا اجر ہوگا، اورجس نے لآالٰـــہ الااللہ کہا، اس کے لئے بھی اسی طرح کا اجر ہوگا، اورجس نے اپنی طرف سے ’’الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِینَ ‘‘ کہا، اس کے لئے تیس نیکیاں لکھی جائیں گی، اوراس کے تیس گناہ معاف کئے جائیں گے (مسنداحمد)

[1] قال شعیب الأرنؤوط :إسناده صحیح علی شرط مسلم(حاشیة مسند احمد)

www.idaraghufran.org

اپنی طرف سے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ویسے تو الحمدللہ کہنا بھی کافی ہے، اور اس پر دس نیکیاں حاصل اور دس گناہ معاف ہوتے ہیں، لیکن اگر کوئی اللہ کی تعریف اس سے اعلیٰ وعمدہ طریقہ پر کرے، جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک، اور سورہ فاتحہ کا آغاز فرمایا ہے، تو اس میں بیس درجہ کا مزید اضافہ ہوجائے گا۔

امام بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

أَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُصْنًا فَنَفَضَهُ فَلَمْ يَنْتَفِضْ، ثُمَّ نَفَضَهُ فَلَمْ يَنْتَفِضْ، ثُمَّ نَفَضَهُ فَانْتَفَضَ، قَالَ :إِنَّ سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدَ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، يَنْفُضْنَ الْخَطَايَا كَمَا تَنْفُضُ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا (الادب المفرد للبخاری، ص ۲۲۱، رقم الحديث ۶۳۴، باب بلا ترجمة بعد باب دعاء الأخ بظهر الغيب) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (درخت کی) ایک شاخ کو پکڑ کر، اس کو جھٹکا، مگر اس سے کوئی پتہ نہیں جھڑا، دوسری مرتبہ پھر جھٹکا، تو بھی کوئی پتہ نہیں جھڑا، پھر تیسری مرتبہ جھٹکا، تو پھر اس سے پتے جھڑے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے سبحان اللہ، اور الحمدللہ، اور لآ الٰہ الا اللہ کہا، تو اس کی خطائیں (اور گناہ) اسی طرح جھڑ جاتے ہیں، جس طرح درخت سے اس کے پتے جھڑتے ہیں (ادب المفرد)

اور مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ غُصْنًا فَنَفَضَهُ فَلَمْ يَنْتَفِضْ، ثُمَّ نَفَضَهُ فَلَمْ يَنْتَفِضْ، ثُمَّ نَفَضَهُ فَانْتَفَضَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِنَّ سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ، تَنْفُضُ الْخَطَايَا كَمَا تَنْفُضُ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا (مسند احمد، رقم الحديث ۱۲۵۳۴) [2]

---

[1] قال الألباني: هذا إسناد حسن (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۳۱۶۸)

[2] قال شعيب الأرنؤوط :إسناده حسن في المتابعات والشواهد من أجل سنان بن ربيعة، وباقي رجال الإسناد ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (درخت کی)ایک شاخ کو پکڑ کر،اس کو جھٹکا،مگراس سے کوئی پتہ نہیں جھڑا،دوسری مرتبہ پھرجھٹکا،تو بھی کوئی پتہ نہیں جھڑا،پھر تیسری مرتبہ جھٹکا،تو پھراس سے پتے جھڑے،پھررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے **سبحان اللہ** ،اور **الحمد للہ**،اور **لآالٰہ الا اللہ**،اور **اللہ اکبر** کہا،تو اس کی خطائیں(اور گناہ)اسی طرح جھڑ جاتے ہیں،جس طرح درخت سے اس کے پتے جھڑتے ہیں(مسند احمد)

اس طرح کی حدیث حضرت ابوسعید خدری،اورحضرت عائشہ،رضی اللہ عنہما،نیز حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی سندوں سے بھی مروی ہے۔

سمندر کے جھاگ سے بھی زیادہ گناہوں کی معافی

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مَا عَلَى الْأَرْضِ رَجُلٌ يَقُولُ :لَا إِلَـهَ إِلَّا الـلـهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ، وَسُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِـالـلـهِ، إِلَّا كُـفِّرَتْ عَنْهُ ذُنُوبُهُ، وَلَوْ كَانَتْ أَكْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ (مسند احمد،رقم الحديث ٦٤٧٩) [1]

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین پرکوئی آدمی بھی ایسا نہیں،جو یہ کہتا ہو کہ''لا الٰہ الا اللہ،سبحان اللہ،الحمدللہ،لاحول ولاقوۃ الا باللہ''مگراس کے گناہوں کی مغفرت کردی جاتی ہے،اگر چہ وہ گناہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ کیوں نہ ہوں(مسند احمد)

یہ کلمات،جہنم وعذاب سے نجات وحفاظت کا ذریعہ ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَـالَ رَسُـولُ الـلَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :خُذُوا جُنَّتَكُمْ .قُـلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ :مِـنْ عَدُوٍّ قَدْ حَضَرَ؟ قَالَ " :لَا جُـنَّـتَـكُمْ مِنَ النَّارِ، قُولُوا :سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، فَإِنَّهَا يَأْتِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

---

[1] قال شعيب الأرنؤوط :إسناده حسن(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

مُنْجِيَاتٍ وَمُقَدَّمَاتٍ وَهُنَّ الْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ (المستدرک للحاکم،رقم الحدیث ۱۹۸۵،کتاب الدعاء، والتکبیر، والتهلیل، والتسبیح والذکر) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی حفاظتی ڈھال لے لو، ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا کسی دشمن کی وجہ سے، جو آن پہنچا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے آپ کو نارِ جہنم سے بچانے کے لئے، تم یہ کہو ''سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر'' کیونکہ یہ کلمات قیامت کے دن (اللہ کی ناراضگی، اور اس کے عذاب سے) نجات دلانے والے، آگے بڑھ کر (عذابِ جہنم سے) حفاظت کرنے والے بن کر آئیں گے، اور یہی دراصل ''باقیاتُ الصالحات'' ہیں (مستدرک حاکم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو امام نسائی، اور امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے، جس میں قیامت کے دن ان کلمات کو آگے، پیچھے سے حفاظت کا ذریعہ بتلایا گیا ہے۔

اور امام طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت معتبر سند کے ساتھ اس طرح ذکر کی ہے کہ:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :خُذُوا جُنَّتَكُمْ قُلْنَا " :يَا رَسُولَ اللَّهِ ,أَمِنْ عَدُوٍّ حَضَرَ؟ فَقَالَ " :خُذُوا جُنَّتَكُمْ مِنَ النَّارِ ,قُولُوا :سُبْحَانَ اللَّهِ ,وَالْحَمْدُ لِلَّهِ ,وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ,وَاللَّهُ أَكْبَرُ ,وَلَا حَوْلَ ,وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ؛ فَإِنَّهُنَّ يَأْتِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُسْتَقْدَمَاتٍ وَمُسْتَأْخَرَاتٍ وَمُنْجِيَاتٍ ,وَهُنَّ الْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ (المعجم الصغیر،للطبرانی،رقم الحدیث ۴۰۷،باب الحاء) [2]

ترجمہ: ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور فرمایا کہ تم اپنی حفاظتی ڈھال لے لو، ہم نے عرض کیا کہ کیا کوئی دشمن آن پہنچا ہے، اس کی وجہ سے؟ تو

---

[1] قال الحاکم:هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاه(حواله بالا)
وقال ابنُ حجر العسقلانی:هذا حدیث حسن(الامالی المطلقة،ص ۲۲۴،المجلس الأربعین بعد المئة)

[2] قال الهیثمی:رواه الطبرانی فی الصغیر والأوسط، ورجاله فی الصغیر رجال الصحیح غیر داود بن بلال، وهو ثقة(مجمع الزوائد،تحت رقم الحدیث ۱۶۸۴۸،باب ما جاء فی الباقیات الصالحات ونحوها)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جہنم کی آگ سے حفاظت کے لئے ڈھال لے لو، تم یہ کہو ’’سبحان اللہ، الحمد للہ، لاالٰہ الا اللہ، اللہ اکبر، لاحول ولاقوۃ الا باللہ ‘‘ کیونکہ یہ کلمات قیامت کے دن (اللہ کی ناراضگی، اوراس کے عذاب سے) آگے ،اور پیچھے اور ہر طرف سے نجات وحفاظت کا باعث بنیں گے، اور یہی ’’باقیات الصالحات ‘‘ ہیں (طبرانی صغیر)

اس روایت میں ’’لاحول ولاقوۃ الا باللہ‘‘ کا بھی ذکر ہے۔

اوراس طرح کی حدیث حضرت خالد بن ابی عمران، اورعبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی سندوں سے بھی مروی ہے۔

ان کلمات کی اللہ کی طرف سے تصدیق، اورایک اہم فضیلت

حضرت ابوسعید خدری، اورابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ قَالَ :لَا إِلَـهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، صَدَّقَهُ رَبُّهُ، فَقَالَ :لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا، وَأَنَا أَكْبَرُ، وَإِذَا قَالَ :لَا إِلَـهَ إِلَّا اللَّـهُ وَحْدَهُ قَالَ :يَقُولُ اللَّهُ :لَا إِلَـهَ إِلَّا أَنَا وَحْدِي، وَإِذَا قَالَ :لَا إِلَـهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، قَالَ اللَّهُ :لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا وَحْدِي لَا شَرِيكَ لِي، وَإِذَا قَالَ :لَا إِلَـهَ إِلَّا اللَّهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، قَالَ اللَّهُ :لَا إِلَـهَ إِلَّا أَنَا، لِيَ الْمُلْكُ وَلِيَ الْحَمْدُ، وَإِذَا قَالَ :لَا إِلَـهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، قَالَ اللَّهُ :لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِي، وَكَانَ يَقُولُ :مَنْ قَالَهَا فِي مَرَضِهِ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَطْعَمْهُ النَّارُ

(سنن الترمذی،رقم الحديث ۳۴۳۰، ابواب الدعوات،باب ما يقول العبد إذا مرض)

ترجمہ: جوشخص ’’ لاالٰہ الا اللہ واللہ اکبر ‘‘ کہتا ہے، تواس کا رب اس کی تصدیق کرتا ہے، چنانچہ فرماتا ہے کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور میں ہی سب سے بڑا ہوں، اور جب بندہ یہ کہتا ہے کہ ’’ لاالٰہ الا اللہ وحدہ ‘‘ تو اللہ فرماتا ہے کہ میرے

علاوہ کوئی معبود نہیں، اور میں تنہاء ہوں، اور جب بندہ ’’ لاالٰہ الا اللہ لاشریک لہ ‘‘ کہتا ہے، تو اللہ فرماتا ہے کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور میں تنہاء ہوں، میرا کوئی شریک نہیں، اور جب بندہ ’’ لاالٰہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد ‘‘ کہتا ہے، تو اللہ فرماتا ہے کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، میرے لئے ہی ملک ہے، اور میرے لئے ہی حمد ہے، اور جب بندہ ’’ لاالٰہ الا اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ ‘‘ کہتا ہے، تو اللہ فرماتا ہے کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور کوئی نقل وحرکت اور قوت میرے بغیر نہیں ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ جس نے یہ کلمات اپنی بیماری میں کہہ لئے، اور پھر وہ فوت ہوگیا، تو اس کو آگ نہیں کھائے گی (ترمذی) [1]

مذکورہ حدیث میں تہلیل، تحمید، تکبیر اور حوقلہ پڑھنے والے کے لئے اللہ کی طرف سے جواب اور تصدیق، اور موت کے وقت پڑھنے پر جہنم کے حرام ہونے کا ذکر ہے، جو ان کلمات کو عظیم شرفِ قبول حاصل ہونے کی دلیل ہے۔

اور باقیاتُ الصالحات میں اللہ کی تہلیل، تکبیر، تحمید، حوقلہ، بلکہ تسبیح بھی موجود ہے، اس لئے کلماتِ باقیاتُ الصالحات کہنے والے کو بھی یہ فضیلت حاصل ہے۔

یہ کلمات، جہاد، سخاوت اور رات کی عبادت کا بدل ہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ اللَّهَ قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَرْزَاقَكُمْ ,وَإِنَّ اللَّهَ يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يُحِبُّ وَمَنْ لَا يُحِبُّ وَلَا يُعْطِي الْإِيمَانَ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ زَادَ جُنَيْدُ بْنُ حَكِيمٍ فِي رِوَايَتِهِ ": فَمَنْ ضَنَّ بِالْمَالِ أَنْ يُنْفِقَهُ ,وَخَافَ الْعَدُوَّ أَنْ يُجَاهِدَهُ ,وَهَابَ اللَّيْلَ أَنْ يُكَابِدَهُ ,فَلْيُكْثِرْ مِنْ قَوْلِ :سُبْحَانَ اللَّهِ ,وَالْحَمْدُ لِلَّهِ ,وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ,

[1] قال الترمذی:هذا حديث حسن وقد رواه شعبة، عن أبی إسحاق، عن الأغر أبی مسلم، عن أبی هريرة، وأبی سعيد، بنحو هذا الحديث بمعناه، ولم يرفعه شعبة، حدثنا بذلک بندار قال :حدثنا محمد بن جعفر، عن شعبة، بهذا(سنن الترمذی، حواله بالا)

وَاللَّهُ وَأَكْبَرُ (القضاء والقدر،للبیھقی،ص ۲۶۴،رقم الحدیث ۳۶۷،باب ذکر البیان أن الله عز وجل هو المعطى بمنه وفضله من يشاء من عبيده الإيمان،الخ) ؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے تمہارے درمیان تمہارے اخلاق کو اسی طرح تقسیم فرمادیا ہے، جس طرح تمہارے درمیان تمہارے رزق کو تقسیم فرمادیا ہے، اور بے شک اللہ، دنیا (اور مال) اس شخص کو بھی عطاء فرماتا ہے، جس کو وہ محبوب رکھتا ہے، اور اس کو بھی عطاء فرماتا ہے، جس کو وہ محبوب نہیں رکھتا، لیکن ایمان اسی کو عطاء فرماتا ہے، جس کو وہ محبوب رکھتا ہے، جنید بن حکیم نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ پس جو شخص مال کو (اللہ کے راستہ میں) خرچ کرنے سے بخل اختیار کرے، اور دشمن سے جہاد کرنے سے بزدلی اختیار کرے، اور رات کی عبادت کی مشقت سے گھبرائے، تو اسے چاہئے کہ وہ ''سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ، اور اللہ اکبر'' کی کثرت کرے (بیہقی)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی ایک روایت اس طرح مروی ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ " :إِنَّ اللهَ قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَخْلاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَرْزَاقَكُمْ، وَإِنَّ اللهَ يُعْطِي الْمَالَ مَنْ يُحِبُّ، وَمَنْ لَا يُحِبُّ، وَلَا يُعْطِي الْإِيمَانَ، إِلَّا مَنْ يُحِبُّ فَإِذَا أَحَبَّ عَبْدًا أَعْطَاهُ الْإِيمَانَ فَمَنْ ضَنَّ بِالْمَالِ أَنْ يُنْفِقَهُ وَهَابَ اللَّيْلَ أَنْ يُكَابِدَهُ، وَخَافَ الْعَدُوَّ أَنْ يُجَاهِدَهُ فَلْيُكْثِرْ مِنْ سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ فَإِنَّهُنَّ مُقَدِّمَاتٌ مُجَنِّبَاتٌ، وَمُعَقِّبَاتٌ وَهُنَّ الْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ (شعب الايمان،للبيهقي،رقم الحديث ۵۹۹،العاشر من شعب الإيمان وهو باب في محبة الله عز وجل،فصل في إدامة ذكر الله عز وجل، المعجم في أسامي شيوخ أبي بكر

؎ قال أبو عبد الله: هذا حديث صحيح الإسناد ، تفرد به أحمد بن جناب ، وهو ثقة (القضاء والقدر،للبيهقي،تحت رقم الحديث ۳۶۷،باب ذكر البيان أن الله عز وجل هو المعطى بمنه وفضله من يشاء من عبيده الإيمان،الخ)

www.idaraghufran.org

الإسماعیلی،رقم الحدیث ۳۴۲) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے تمہارے درمیان تمہارے اخلاق کو تقسیم فرمادیا ہے، جس طرح تمہارے درمیان تمہارے رزق کو تقسیم فرمادیا ہے، اور بے شک اللہ، دنیا (اور مال) اس شخص کو بھی عطاء فرماتا ہے، جس کو وہ محبوب رکھتا ہے، اوراس کو بھی عطاء فرماتا ہے، جس کو وہ محبوب نہیں رکھتا، لیکن ایمان اسی کوعطاء فرماتا ہے، جس کو وہ محبوب رکھتا ہے، پس جب اللہ، کسی بندہ سے محبت رکھتا ہے، تو اس کو ایمان کی نعمت عطاء فرمادیتا ہے۔

پس جو شخص مال کو (اللہ کے راستہ میں) خرچ کرنے سے بخل اختیار کرے، اور دشمن سے جہاد کرنے سے بزدلی اختیار کرے، اور رات کی عبادت کی مشقت سے عاجز آجائے، تو اسے چاہئے کہ وہ ''سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ، اوراللہ اکبر'' کی کثرت کرے، کیونکہ یہ کلمات آگے، پیچھے، اور دائیں بائیں سے حفاظت کرنے (اور عذاب سے بچانے) والے ہیں، اور یہ ''باقیاتُ الصالحات'' ہیں (بیہقی، اسماعیلی)

اورحضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے کہ:

مَنْ جَبُنَ مِنْكُمْ عَنِ الْعَدُوِّ أَنْ يُجَاهِدَهُ ، وَاللَّيْلِ أَنْ يُكَابِدَهُ وَضَنَّ بِالْمَالِ أَنْ يُنْفِقَهُ فَلْيُكْثِرْ مِنْ سُبْحَانَ اللهِ ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ ، وَلا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۳۰۳۴۴، کتاب الدعاء، باب ما قالوا فی الرجل إذا بخل بماله أو جبن عن العدو ، وعن الليل أن يقومه ما يدعو به)

ترجمہ: تم میں سے جو شخص بھی دشمن سے جہاد کرنے سے بزدلی وخوف اختیار کرے، اور رات کی عبادت کے مجاہدہ سے عاجز آجائے، اور مال کو خرچ کرنے سے مشقت میں پڑجائے، تو اسے چاہئے کہ وہ ''سبحان اللہ، الحمد للہ، لاء الٰہ الا اللہ اللہ اکبر'' کی کثرت کرے (ابنِ ابی شیبہ)

---

[1] قال الالبانی: قلت :وهذا إسناد صحيح (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۷۱۴)

رات کو بیدار ہونے کے وقت پڑھنے کی فضیلت

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ، فَقَالَ :لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، لَهُ المُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، الحَمْدُ لِلَّهِ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ، وَلاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، ثُمَّ قَالَ :اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي، أَوْ دَعَا، اسْتُجِيبَ لَهُ، فَإِنْ تَوَضَّأَ وَصَلَّى قُبِلَتْ صَلاَتُهُ (صحيح البخارى،رقم الحديث ١١٥٤، كتاب التهجد، باب فضل من تعار من الليل فصلى)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو بیدار ہوا، پھر اس نے یہ کلمات کہے کہ: ’’لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، لَهُ المُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، الحَمْدُ لِلَّهِ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ، وَلاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّه‘‘۔

پھر یہ کہا کہ’’ اللهم اغفر لی ‘‘یا کوئی بھی دعاء کی ،تو اس کی دعاء قبول کی جائے گی۔

پھر اگر اس نے اٹھ کر وضو کیا،اور نماز پڑھی،تو اس کی نماز بھی قبول کی جائے گی(صحیح بخاری)

مذکورہ کلمات بھی اصولی طور پر تھوڑے بہت فرق کے ساتھ’’باقیاتُ الصالحات‘‘والے کلمات ہی کا مجموعہ ہیں، کیونکہ یہ کلمات بھی بنیادی طور پر’’تسبیح،تہلیل،تحمید،تکبیر اور حوقلہ‘‘ پر مشتمل ہیں،جس کے بعد مغفرت، یا کوئی دعاء کرنے پر قبولیت کی فضیلت کا وعدہ کیا گیا ہے،اور اگر اس کے بعد نماز پڑھ لے،تو اس کی قبولیت کا بھی وعدہ کیا گیا ہے۔

اور یہ مومن کے لئے نہایت عظیم الشان فضیلت ونعمت ہے۔

خلاصہ یہ کہ کلماتِ’’باقیاتُ الصالحات‘‘نہایت مبارک اذکار کا مجموعہ ہے،جس کو حرزِ جان بنانے کی ضرورت ہے،اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے،آمین۔

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

نفع بخش تصنیف وتالیف کی اہمیت وضرورت

(28- محرم- 1448ھ)

تصنیف وتالیف، دین کا بہت اہم اور ضروری شعبہ ہے، بشرطیکہ ضروری، نافع ومفید موضوعات ومضامین کا انتخاب کیا جائے، کیونکہ یہی علمِ نافع ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَلُوا اللّٰهَ عِلْمًا نَافِعًا، وَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٣٨٤٣، ابواب الدعاء، باب ما تعوذ منه رسول الله -صلى الله عليه وسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ سے علمِ نافع کا سوال کرو، اور تم اللہ کے ذریعہ ایسے علم سے استعاذہ کرو (اور پناہ مانگو) جو نفع نہ دے (سنن ابنِ ماجہ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعاء کیا کرتے تھے کہ:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ قَوْلٍ لَا يُسْمَعُ، وَعَمَلٍ لَا يُرْفَعُ، وَقَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَعِلْمٍ لَا يَنْفَعُ (مسند احمد، رقم الحديث ١٣٠٠٣) [2]

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ کے ذریعہ پناہ (وحفاظت) چاہتا ہوں، ایسے قول سے جو سنا نہ جائے (یعنی قبول نہ کیا جائے) اور ایسے عمل سے جو اٹھایا نہ جائے (یعنی قبول نہ کیا جائے) اور ایسے دل سے، جس میں خشوع نہ ہو، اور ایسے علم سے جو نفع نہ دے (مسند احمد)

---

[1] قال شعيب الأرنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم من جهة بهز (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعاء کیا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٧٢٢ "٧٣"كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار ،باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم يعمل)

ترجمہ: اے اللہ! میں پناہ (وحفاظت) مانگتا ہوں، آپ کے ذریعہ ایسے علم سے، جو نفع نہ دے، اور ایسے دل سے جو (تجھ سے) ڈرے نہیں، اور ایسے نفس سے جو (حرص وطمع کی وجہ سے) بھرے نہیں، اور ایسی دعاء سے جس کو قبول نہ کیا جائے (صحیح مسلم)

اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی، مدرسہ امدادُ العلوم، تھانہ بھون میں طالبِ علموں کو پڑھانے کے لئے آئے تھے، مگر اب میں نے ان کو درس کے کام سے نکال کر تصنیف کے کام میں لگا دیا ہے، اس کی آج کل سخت ضرورت ہے۔

مدرس تو بہت ہیں، مصنف بھی ہونے چاہئیں، یہ کام اگر علماء اپنے ہاتھ میں لے لیں، تو غیر علماء کو ہمت نہ ہو، اور نہ کوئی ان کی تصانیف کے سامنے ان کی قدر کرے، میرا ارادہ اس شعبہ کو مستقل کر دینے کا ہے، اس کی آج کل سخت ضرورت ہے

(حسن العزیز، مشمولہ: ملفوظاتِ حکیم الامت، ج۲۰ص۱۳۷، بعنوان ''مصنفین کی ضرورت'' ناشر: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: صفر۱۴۲۵ھ)

اور حضرت موصوف ایک مقام پر فرماتے ہیں:

تصنیف کا کام بھی بہت مشکل کام ہے، جو کام کرتا ہے وہی جانتا ہے کہ کیا مشکلات پڑتی ہیں، آج کل جو اکثر تصنیفات ہیں کہ مصنفین برساتی مینڈک کی طرح اُمڈ پڑتے ہیں، اس وقت ان کا ذکر نہیں، ان کا تو یہ قصہ ہے کہ ایک پہلو لے لیا، اور رسالہ لکھ مارا، چاہے آگے پھر کچھ بھی ہوا کرے۔

ذکر اِن مصنفین کا ہے جو محقق ہیں، جن کے سامنے ہر پہلو ہے، اور ہر جزئی اور کلی پر ان کی نظر ہے، اور اس حالت میں پھر تصنیف کرتے ہیں، ان کی حالت تصنیف کے وقت

ایسی ہوتی ہے، جیسے جان کنی کے وقت ہوتی ہے (''آدابِ تقریر وتصنیف'' ص۱۹۶، باب: ۵، فصل: ا، بحوالہ: الافاضات الیومیۃ، ہفتم نمبر۲ ص ۳۶۲، ناشر: مکہ کتاب گھر، لاہور، اشاعت: اکتوبر ۱۹۹۶ء)

اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، تفسیر معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

علمائے سلف وخلف نے ہمیشہ تعلیمِ خط وکتابت کا بڑا اہتمام کیا ہے، جس پر اُن کی تصانیف کے عظیم الشان ذخائر آج تک شاہد ہیں۔

افسوس ہے کہ ہمارے اس دور میں علماء وطلباء نے اس اہم ضرورت کو ایسا نظر انداز کیا ہے کہ سینکڑوں میں دو چار آدمی مشکل سے تحریرِ کتابت کے جاننے والے نکلتے ہیں، **فالی اللّٰہ المشتکٰی** (معارف القرآن، ج۸ ص۷۸۶، سورۃ العلق، ناشر: مکتبہ معارف القرآن، کراچی، طبع جدید: ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ، اپریل ۲۰۰۸ء)

حب اور بغض کی نظر

(15-صفر-1448ھ)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی اشرفُ السوانح میں ''زبانِ فیض ترجمان'' کے ذیل میں ہے:

''جس طرح ایک محبت کی خورد بین ہوتی ہے، جس سے چھوٹا ہنر بھی بڑا نظر آتا ہے، اسی طرح ایک نظر خوردہ بین (حسد وبغض وغیرہ کی کھائی ہوئی نظر) بھی ہوتی ہے، جس سے چھوٹا عیب بھی بڑا دکھائی دیتا ہے'' (اشرف السوانح، جلد دوم، ص۱۰۴، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخ اشاعت 1427 ہجری)

مطلب یہ ہے کہ جب کسی سے محبت ہوتی ہے، تو چھوٹی سی چھوٹی خوبی بھی بڑی محسوس ہوتی ہے، اور اس کے برعکس جب دوسرے سے خفگی وناراضگی، یا بغض وعداوت ہوجاتی ہے، تو چھوٹے سے چھوٹا عیب بھی بڑا دکھائی دینے لگتا ہے، اور محبت وعداوت کی یہ دونوں نظریں غیر منصفانہ ہوتی ہیں۔

اور یہی محبت کی نظر بعض مشائخ اور صوفیاء کے محاسن وخوبیوں کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتی ہے، کیونکہ ان حضرات کے بہت سے مریدین ہوتے ہیں، جن کی نظر صرف محاسن پر پڑتی ہے، اس لئے وہ اپنے بزرگوں کے محاسن کی خوب چاٹ مسالہ لگا کر نشر واشاعت کرتے ہیں، یہاں تک کہ

ان کے سامنے دوسرے جلیلُ القدر وارثینِ انبیاء کے کمالات واوصاف بھی مدھم پڑ جاتے ہیں، اور اسی وجہ سے جب تاریخ پر نظر ڈالی جاتی ہے، تو یہ منظر سامنے آتا ہے کہ بعض صوفیائے کرام کے احوال اوران کی نسبت سے بڑی بڑی کرامات، اور کشف وغیرہ کے واقعات مشہور کردیئے جاتے ہیں، جن میں سے بہت سے واقعات بے بنیاد اور بے سند، اور خلافِ واقعہ ہوتے ہیں، جیسا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی، جنید بغدادی، مجدد الف ثانی، خواجہ نظامُ الدین اولیاء، معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ صابر کلیری، حضرت علی ہجویری رحمہم اللہ وغیرہ وغیرہ کی شان میں اس طرح کے واقعات وحکایات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حافظ ذہبی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں:

قُلْتُ :لَيْسَ فِيْ كِبَارِ الْمَشَايِخِ مَنْ لَهُ أَحْوَالٌ وَّكَرَامَاتٌ أَكْثَرُ مِنَ الشَّيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ، لٰكِنَّ كَثِيْراً مِّنْهَا لَا يَصِحُّ، وَفِيْ بَعْضِ ذٰلِكَ أَشْيَاءٌ مُسْتَحِيْلَةٌ(سیر اعلام النبلاء، ج۲۰ ص۴۵۰ ملخصاً، تحت رقم الترجمة ۲۸۶)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ بڑے مشائخ میں کسی کے بھی احوال اور کرامات شیخ عبدالقادر سے زیادہ نہیں ہیں، لیکن ان میں سے اکثر احوال وکرامات صحیح نہیں ہیں (بلکہ من گھڑت ہیں) اوران میں سے بعض ناممکن چیزیں بھی ہیں (جن کا کسی مخلوق سے سرزد ہونا ممکن نہیں) (سیر اعلام النبلاء)

اور جہاں تک مذکورہ اوران جیسے بزرگوں کے علاوہ اصحابِ علم محققین کا تعلق ہے، جو کہ دراصل وارثینِ انبیاء ہوتے ہیں، چونکہ ان کی تعلیمات وہدایات دوسروں کے خلاف پڑتی ہیں، جس کی وجہ سے ان سے محبت کے بجائے، عداوت کو ہوا دی جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی سوانح سے متعلق مذکورہ بالا کتاب میں ہی ''معترضین کا ہونا، حق گوئی کا لازمہ نتیجہ ہے'' کے عنوان کے ذیل میں ہے:

حق گو مصلح باوجود، جامع جمیع اسبابِ محبوبیت ہونے کے بھی سب کا بھلا ہرگز نہیں رہ سکتا، اور ایسے مصلحینِ امت کی یہی سنتِ قدیم ہے، چنانچہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بلاخوفِ لومۃِ لائم، علماء اور مشائخ سبھی کی غلطیاں ظاہر فرمائیں، خصوص

www.idaraghufran.org

کتاب الغرور میں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر کفر تک کے فتوے لگائے گئے، اور ان کی کتاب احیاءُ العلوم کو جلایا گیا......اس وجہ سے کہ **المعاصرة اصل المنافرة** (یعنی ہم عصری نفرت کی جڑ ہے) لوگوں کو میرے اس طرزِ تربیت سے وحشت ہے، اور اس پر اعتراض ہے، لیکن انشاء اللہ تعالیٰ بعد کو اس کی قدر کریں گے، اور سند میں پیش کیا کریں گے، میں نے اپنے اوپر بدنامی لے کر، اوروں کے لئے راستہ صاف کر دیا ہے (اشرف السوانح، جلد دوم، ص۱۰۹، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخ اشاعت 1427 ہجری)

خواہ اللہ کے لئے محبت ہو، یا بغض ہو، ہر حال میں عدل وانصاف کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

چنانچہ امام بخاری نے خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ:

أَحْبِبْ حَبِيبَكَ هَوْنًا مَا، عَسَى أَنْ يَكُونَ بَغِيضَكَ يَوْمًا مَا، وَأَبْغِضْ بَغِيضَكَ هَوْنًا مَا، عَسَى أَنْ يَكُونَ حَبِيبَكَ يَوْمًا مَا (الادب المفرد، للبخاری، رقم الحدیث ۱۳۲۱، بَابُ أَحْبِبْ حَبِيبَكَ هَوْنًا مَا) [1]

ترجمہ: اپنے محبوب سے ذرا نرم (اور اعتدال) والی محبت کرو، ممکن ہے کہ وہ کسی دن آپ کا مبغوض ہو جائے، اور تم اپنے مبغوض سے ذرا نرم (اور اعتدال) والا بغض رکھو، ممکن ہے کہ وہ کسی دن آپ کا محبوب ہو جائے (الادب المفرد)

یہ مضمون ایک دوسری سند کے ساتھ مرفوع حدیث میں بھی مروی ہے، جس کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے، لیکن وہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ [2]

اور امام بخاری نے ہی خلیفۂ راشد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ:

---

[1] قال الشيخ الألباني: حسن لغيره موقوفا وقد صح مرفوعا (تحقيق الادب المفرد)

[2] حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ عَمْرٍو الكَلْبِيُّ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - أُرَاهُ رَفَعَهُ - قَالَ: أَحْبِبْ حَبِيبَكَ هَوْنًا مَا عَسَى أَنْ يَكُونَ بَغِيضَكَ يَوْمًا مَا، وَأَبْغِضْ بَغِيضَكَ هَوْنًا مَا عَسَى أَنْ يَكُونَ حَبِيبَكَ يَوْمًا مَا: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ بِهَذَا الإِسْنَادِ إِلَّا مِنْ هَذَا الوَجْهِ، وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الحَدِيثُ عَنْ أَيُّوبَ، بِإِسْنَادٍ غَيْرِ هَذَا رَوَاهُ الحَسَنُ بْنُ أَبِي جَعْفَرٍ وَهُوَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ أَيْضًا، بِإِسْنَادٍ لَهُ عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّحِيحُ عَنْ عَلِيٍّ مَوْقُوفٌ قَوْلُهُ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۱۹۹۷، بَابُ مَا جَاءَ فِي الاِقْتِصَادِ فِي الحُبِّ وَالبُغْضِ)

لَا يَكُنْ حُبُّكَ كَلَفًا، وَلَا بُغْضُكَ تَلَفًا (الادب المفرد،للبخاری،رقم الحدیث ۱۳۲۲،بَابُ لَا يَكُنْ بُغْضُكَ تَلَفًا) [1]

ترجمہ: نہ تو تمہاری محبت تکلیف (وایذاء) کا باعث بننی چاہیے،اور نہ تمہارا بغض تلف (وہلاکت) کا باعث بننا چاہیے (الادب المفرد)

اس کو عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

اور امام عبدالرزاق نے حضرت حسن بصری کا یہ قول روایت کیا ہے کہ:

أَحِبُّوا هَوْنًا، وَأَبْغِضُوا هَوْنًا، فَقَدْ أَفْرَطَ أَقْوَامٌ فِي حُبِّ أَقْوَامٍ فَهَلَكُوا، وَأَفْرَطَ أَقْوَامٌ فِي بُغْضِ أَقْوَامٍ فَهَلَكُوا، لَا تُفْرِطْ فِي حُبِّكَ وَلَا تُفْرِطْ فِي بُغْضِكَ، مَنْ وَجَدَ دُونَ أَخِيهِ سِتْرًا فَلَا يَكْشِفْهُ، لَا تَجَسَّسْ أَخَاكَ فَقَدْ نُهِيتَ أَنْ تَجَسَّسَهُ، لَا تَحْقِرْ عَلَيْهِ، وَلَا تَنْفِرْ عَنْهُ (المصنف ،لعبد الرزاق،رقم الحدیث ۲۰۲۷۰،بَابُ الْحُبِّ وَالْبُغْضِ)

ترجمہ: تم نرم (اور اعتدال پر مبنی) محبت رکھو،اورنرم (اور اعتدال پر مبنی) بغض رکھو،پس بعض لوگ ،دوسرے لوگوں کی محبت میں زیادتی کر کے ہلاک ہوجاتے ہیں،اور بعض لوگ،دوسرے لوگوں کے بغض میں زیادتی کر کے ہلاک ہوجاتے ہیں،تم نہ اپنی محبت میں حد سے تجاوز کرے،اور نہ تم اپنے بغض میں حد سے تجاوز کرو، جو شخص اپنے (مومن) بھائی کے سامنے (اس کے عیب پر) پردہ پڑا ہوا پائے،تو اسے کھولے نہیں،نہ تم اپنے (مومن) بھائی کا تجسس کرو، پس تمہیں مومن کا تجسس کرنے سے منع کر دیا گیا ہے،نہ تم اپنے مومن بھائی کی تحقیر (وتذلیل) کرو،اور نہ تم اس سے نفرت کرو (عبدالرزاق)

---

[1] قال الشیخ الألبانی: صحیح (تحقیق الادب المفرد)

[2] أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ :قَالَ لِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ :يَا أَسْلَمُ لَا يَكُنْ حُبُّكَ كَلَفًا، وَلَا يَكُنْ بُغْضُكَ تَلَفًا ، قُلْتُ :وَكَيْفَ ذَلِكَ؟ قَالَ :إِذَا أَحْبَبْتَ فَلَا تَكَلَّفْ كَمَا يَكْلَفُ الصَّبِيُّ بِالشَّيْءِ يُحِبُّهُ، وَإِذَا أَبْغَضْتَ فَلَا تَبْغَضْ بُغْضًا تُحِبُّ أَنْ يَتْلَفَ صَاحِبُكَ وَيَهْلِكَ (المصنف ،لعبد الرزاق،رقم الحدیث ۲۰۲۶۹،بَابُ الْحُبِّ وَالْبُغْضِ)

علم کے مینار　(امت کے علماء وفقہاء: قسط67)　مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہ مالکی،منہج،تلامذہ،کتب،مختصرتعارف (پینتالیسواں حصہ)

فقہ مالکی کا تعارف ومنہج،شیوخ وتلامذہ اوران کی دینی وعلمی خدمات کا ذکر گزشتہ اقساط میں تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے،جس کے بعد مالکی فقہ کی اہم ترین کتب، جو کہ بنیاد اور اصول کا درجہ رکھتی ہیں،کا ذکر گزرا،جس میں مالکی فقہ کی دو اہم کتابیں''موطاء اور مدوّنہ''اور پھر اہم متون میں سے ''مختصر خلیل،التلقین ،الکافی ،البیان والتحصیل ، بدایۃ المجتہد''وغیرہ شامل ہیں، ذیل میں مزید کچھ متون کا ذکر کیا جاتا ہے۔

الجواھر الثمینة:

''الجواھر الثمینة ''مالکی فقہ کی ایک اور اہم اور معروف کتاب ہے،جس کا شمار مالکی فقہ کے اہم متون میں بھی ہوتا ہے،کتاب کا پورا نام''**عقد الجواهر الثمينة في مذهب عالم المدينة** ''ہے،اورصرف''الجواھر الثمینة ''کے نام سے بھی معروف ہے،جس کے مصنف مشہور مالکی فقیہ وامام''**ابو محمد جلال الدين عبدالله بن نجم بن شاس** ''(متوفی: 616ہجری) ہیں، جو عموماً''ابن شاس''کے لقب سے زیادہ جانے جاتے ہیں۔

''الجواھر الثمینة ''مالکی فقہ پر ایک اہم جامع متن ہے،جس میں ابن شاس نے متقدمین اور متاخرین دونوں ادوار کے علماء کی آراء کو یکجا کیا ہے، چنانچہ ابن شاس نے اپنی اس شاہکار تصنیف میں لگ بھگ تمام مالکی مشہور کتب سے استفادہ کیا ہے،جن میں:

''المدوّنہ(سحنون)العتبیۃ (العتبی)النوادر والزیادات(ابن زید القیروانی)المعونہ، الاشراف(قاضی عبدالوہاب)شرح التلقین (امام مازری)**المنتقی** (الباجی) **التبصرة** (اللخمی)**عارضة الاحوذی** (ابوبکر بن العربی)**البيان و التحصيل** ، **المقدمات الممهدات** (ابن رشد الجد)

جیسی اہم کتب شامل ہیں۔

اس کتاب کی بنیاد چونکہ مالکی علماء وفقہاء کی مستند کتب پر ہے، اس لیے اسے مالکی فقہ کے معتمد اور اہم متون میں سے شمار کیا جاتا ہے، جس میں امام مالک اور دیگر ائمہ مالکیہ کے مشہور اقوال، اور مالکی فقہ کے اصول وفروعات کو اختصار وجامعیت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، بلکہ کئی مقامات پر مصنف کی طرف سے راجح اقوال کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

چنانچہ بعد کے مالکی فقہاء نے اس سے استفادہ کیا، اور اپنی تصنیفات کا اہم ماخذ بھی بنایا، اسی وجہ سے متاخرین مالکیہ کے ہاں اس کتاب کے اثرات نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں۔

مالکی فقہ میں مقام

مالکی فقہ میں فقہی متون کی ترتیب عموماً جس طرح سے بیان کی جاتی ہے، اس میں ابن شاس کی ''الجواهر الثمينة '' کو متقدمین اور متاخرین مالکیہ کے درمیان ایک اہم علمی رابطہ سمجھا جاتا ہے، جس کو عام طور پر قاضی عبدالوہاب کی ''التلقین'' کے بعد اور شیخ خلیل اسحاق کی ''مختصر'' سے پہلے بیان کیا جاتا ہے۔ [1]

الذخيرة:

''الذخيرة'' مالکی فقہ کی ایک اور اہم اور معتمد کتاب ہے، بلکہ یہ مذہبِ مالکی کی بنیادی اور اہم ترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے، جس کے مصنف مشہور مالکی فقیہ ''شہاب الدین احمد بن ادریس القرافی'' (متوفی: 684ھجری) ہیں، جو کہ ''امام قرافی المالکی'' کے نام سے زیادہ مشہور ہیں۔

امام قرافی نے اپنی کتاب ''الذخيرة'' کی بنیاد بڑی حد تک ابن شاس کی ''الجواهر الثمينة''

[1] عبد الله بن نجم بن شاس بن نزار الجذامي السعدى، أبو محمد، الخلّال: فقيه مالكي، من كبارهم. كان مدرسا بمصر، وتوجه إلى دمياط بنية الجهاد، فتوفى فيها .له "الجواهر الثمينة فى مذهب عالم المدينة "فقه (الاعلام للزركلى، ج۴، ص ۱۴۲، تحت الترجمة: الخلال)

الجواهر الثمينة، على مذهب عالم المدينة: فى الفروع .لأبى محمد: عبد الله بن محمد بن نجم بن شاس بن نزار الجذامى، المالكى.

المتوفى: سنة 610، ست عشرة وستمائة . (616)وضعه على ترتيب الوجيز للغزالى .والمالكية عاكفة عليه؛ لكثرة فوائده (كشف الظنون، لحاجى خليفة، ج ۱، ص ۶۱۳)

www.idaraghufran.org

کی ترتیب پر رکھی ہے، تاہم آپ نے ابن شاس کی طرح صرف اختصار یا مشہور اقوال کے نقل پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ مسائل میں اضافہ کیا، دلائل بھی ذکر کیے، اور ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کے اقوال، فقہی تعلیلات، اور اصولی مباحث بھی شامل کیے، اسی وجہ سے ''الذخیرۃ'' کو محض ایک فقہی کتاب یا متن نہیں، بلکہ عظیم ترین فقہی موسوعاتی (انسائیکلوپیڈیا) بھی سمجھا جاتا ہے۔

چنانچہ یہ کتاب مالکیہ کے نزدیک معتمد کتابوں میں سے ایک ہے، بلکہ یہ مذہبِ مالکی کی بنیادی اور اہم ترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے، کیونکہ امام قرافی نے اس کتاب میں مالکی علماء کی بڑی بڑی بنیادی کتابوں کے مضامین کو جمع کیا ہے، جن کی تعداد لگ بھگ چالیس تک ہے، جن میں المدوّنہ، ابن شاس کی ''الجواہر الثمینۃ''، قاضی عبدالوہاب کی ''التلقین'' ابن جلاب کی ''التفریع''، ابن رشد کی ''البیان'' اور مالکی مذہب کی دیگر معروف کتابیں شامل ہیں۔

کتاب کے مقدمہ میں مصنف خود ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے اس کتاب میں تقریباً چالیس تصانیف کا خلاصہ اور مواد جمع کیا ہے۔ مزید برآں، مصنف کی طرف سے کتاب کے آغاز میں فقہ کے قواعد اور اصول کی وضاحت پر مشتمل ایک اور مفید مقدمہ بھی شامل ہے۔

اس طرح سے یہ کتاب ان عظیم فقہی موسوعات میں شامل ہو جاتی ہے، جن میں فقہی فروعات کو فقہی اصول وقواعد اور اور فقہی فروق کی بنیاد پر مرتب اور مدلل انداز میں بیان کیا گیا ہے، اور یہ مالکی فقہ کی ان بہترین اور مفید کتابوں میں شمار ہوتی ہے، جن میں مذہبِ مالکی کے مسائل کے دلائل بیان کرنے اور ان کی اصولی وفقہی بنیادوں کو واضح کرنے کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔

جس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ آئندہ آنے والی اقساط میں ذکر کی جائے گی۔ [1]

---

[1] القَرَافي: أحمد بن إدريس بن عبد الرحمن، أبو العباس، شهاب الدين الصنهاجي القرافي: من علماء المالكية نسبته إلى قبيلة صنهاجة (من برابرة المغرب) وإلى القرافة (المحلة المجاورة لقبر الإمام الشافعيّ) بالقاهرة .وهو مصري المولد والمنشأ والوفاة .له مصنفات جليلة في الفقه والأصول، منها (أنوار البروق في أنواء الفروق – ط) أربعة أجزاء، و (الإحكام في تمييز الفتاوى عن الأحكام وتصرف القاضي والإمام – ط) و (الذخيرة – خ) في فقه المالكية، ست مجلدات، و (اليواقيت في أحكام المواقيت – خ) في الرباط 160)ك) انظر المنوني (الرقم 362) و (شرح تنقيح الفصول – ط) في الأصول و (مختصر تنقيح الفصول – ط) و (الخصائص – خ) في قواعد العربية، و (الأجوبة الفاخرة في الرد على الأسئلة الفاجرة – ط) (1)قلت: وكان مع تبحره في عدة فنون (الاعلام للزركلي، ج ١، ص ٩٥، تحت الترجمة: القرافي)

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ(قسط:4) مولانا محمد ریحان

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات و حالات اور ہدایات و تعلیمات کا سلسلہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں تدوینِ قرآن (حصہ:2)

وقت گزرتا گیا۔ اسلام عرب کی سرحدوں سے نکل کر عراق، شام، مصر، آرمینیا، آذربائیجان، خراسان اور افریقہ تک پہنچ گیا۔ مختلف قبائل کے نومسلم افراد اپنے اپنے اساتذہ سے قرآن سیکھتے تھے، اور چونکہ قرآن سات احرف پر نازل ہوا تھا، اس لیے بعض مقامات پر مختلف لہجوں سے واقفیت نہ رکھنے والے لوگ ایک دوسرے کی قرأت کو غلط قرار دینے لگے۔

اس اختلاف کی شدت اس وقت نمایاں ہوئی جب حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ آرمینیا اور آذربائیجان کے محاذ سے واپس مدینہ پہنچے۔ انہوں نے دیکھا کہ اہلِ شام حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرائت پڑھ رہے ہیں جبکہ اہلِ عراق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرائت اختیار کیے ہوئے ہیں، اور ہر گروہ دوسرے کی قرائت پر اعتراض کر رہا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اس صورتِ حال سے نہایت رنجیدہ ہوئے اور فوراً امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَدْرِكْ هَذِهِ الْأُمَّةَ، قَبْلَ أَنْ يَخْتَلِفُوا فِي الكِتَابِ اخْتِلاَفَ اليَهُودِ وَالنَّصَارَى(صحيح البخاری رقم ۴۹۸۷)

ترجمہ: اے امیر المؤمنین! اس امت کی طرف توجہ فرمائیے،، اس سے پہلے کہ یہ کتابِ الٰہی میں اسی طرح اختلاف کا شکار ہو جائے جیسے یہود و نصاریٰ اپنی کتابوں میں ہو گئے۔

یہ جملہ درحقیقت تاریخِ اسلام کا ایک فیصلہ کن موڑ تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کی قرائت پر اعتراض نہیں کیا، بلکہ اس اندیشے کا اظہار کیا کہ اگر مختلف لہجوں اور قراءات کو عوام اپنے اپنے طور پر اصل قرآن سمجھنے لگے تو آنے والی نسلیں اسی اختلاف کو دین کا حصہ سمجھ بیٹھیں گی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس خطرے کی نزاکت کو فوراً محسوس کیا اور ایسا تاریخی فیصلہ فرمایا جس نے قیامت تک قرآن کے متن کو ایک مرکز پر جمع رکھا۔ یہی وہ فیصلہ تھا جسے بعد کے تمام محدثین، فقہاء اور مفسرین نے امت کی سب سے بڑی دینی خدمات میں شمار کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بجا طور پر ''جامعُ الأمۃ علی المصحف'' قرار دیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس اہم امر کی جانب توجہ دلوائی، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی جانب پیغام بھجوایا کہ:

فَأَرْسَلَ عُثْمَانُ إِلَى حَفْصَةَ: أَنْ أَرْسِلِي إِلَيْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسَخُهَا فِي المَصَاحِفِ، ثُمَّ نَرُدُّهَا إِلَيْكِ، فَأَرْسَلَتْ بِهَا حَفْصَةُ إِلَى عُثْمَانَ، فَأَمَرَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ، وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ، وَسَعِيدَ بْنَ العَاصِ، وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَسَخُوهَا فِي المَصَاحِفِ "، وَقَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ القُرَشِيِّينَ الثَّلاَثَةِ: إِذَا اخْتَلَفْتُمْ أَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِي شَيْءٍ مِنَ القُرْآنِ فَاكْتُبُوهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ، فَإِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوا حَتَّى إِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِي المَصَاحِفِ، رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ إِلَى حَفْصَةَ، وَأَرْسَلَ إِلَى كُلِّ أُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِمَّا نَسَخُوا، وَأَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ القُرْآنِ فِي كُلِّ صَحِيفَةٍ أَوْ مُصْحَفٍ، أَنْ يُحْرَقَ(صحیح البخاری رقم ۴۹۸۷)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس صحیفے بھیج دیں تاکہ ہم انہیں مصاحف میں نقل کر لیں، پھر انہیں آپ کی طرف واپس کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ صحیفے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن عاص اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا۔ پس انہوں نے ان نسخوں کو مصاحف میں نقل کیا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تینوں قریشی افراد سے فرمایا کہ جب قرآن (کے نقل کرنے میں) کسی معاملے میں تمہارے اور زید بن ثابت کے درمیان اختلاف ہو جائے تو اسے قریش کی زبان کے مطابق لکھنا، کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ پس انہوں نے ایسا ہی کیا۔ یہاں تک کہ جب انہوں نے ان مصاحف کو نسخوں میں نقل کر لیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ مصاحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیے، اور ان مصاحف میں سے جو انہوں نے نقل کیے تھے، ہر علاقے کی طرف ایک ایک مصحف بھیج دیا۔ اور

حکم دیا کہ ان کے علاوہ قرآن کا جو بھی مواد کسی صحیفے یا مصحف میں موجود ہو، اسے جلا دیا جائے۔

مذکورہ روایت میں صحیفوں کا ذکر ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس صحیفے موجود تھے۔ چنانچہ حضرت حفصہ کے پاس مختلف اوراق میں قرآن مجید اس شکل میں موجود میں تھا، جس شکل میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں مدون ہوا۔ ان میں سورتیں الگ الگ تھیں، ہر سورت اپنی آیات کے ساتھ مکمل طور پر مرتب تھی، لیکن سورتوں کو ایک دوسرے کے بعد باقاعدہ ترتیب نہیں دیا گیا تھا۔ پھر جب ان صحیفوں کو نقل کیا گیا اور سورتوں کو ایک کے بعد دوسری ترتیب دے دی گئی تو وہ مصحف بن گئے۔ یہی فرق صحیفوں اور مصحف کے مابین ہے۔ [1]

دوسرا مذکورہ روایت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تدوینِ قرآن کی جماعت کو یہ حکم دینا کہ اگر قرآن مجید کے کسی حرف کے نقل کرنے میں اختلاف ہو جائے، تو لسانِ قریش کے مطابق لکھنا، تو لسانِ قریش سے مراد لغتِ قریش ہے۔ یعنی جس انداز سے اور جس املاء کے مطابق لغتِ قریش میں کوئی حرف لکھا جاتا تھا، اسی کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ حرف لکھنے کا حکم دیا۔ مثلاً بعض حضرات نے نقل کیا ہے کہ لفظ ''تابوت'' میں اختلاف ہوا، جس پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ اس لفظ کو ''تابوہ'' لکھا جائے، جبکہ دیگر صحابہ کا موقف یہ تھا کہ ''تابوت'' لکھا جائے۔ جس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف مراجعت کی گئی۔ حضرت عثمان نے تاء کے ساتھ یعنی ''تابوت'' لکھنے کا حکم دیا، کیونکہ لغتِ قریش میں یہ لفظ تاء کے ساتھ لکھا جاتا تھا۔ [2]

---

[1] ننسخها فی المصاحف فی رواية يونس بن يزيد فاستخرج الصحيفة التی كان أبو بكر أمر زيدا بجمعها فنسخ منها مصاحف فبعث بها إلى الآفاق والفرق بين الصحف والمصحف أن الصحف الأوراق المجردة التی جمع فيها القرآن فی عهد أبی بكر وكانت سورا مفرقة كل سورة مرتبة بآياتها على حدة لكن لم يرتب بعضها إثر بعض فلما نسخت ورتب بعضها إثر بعض صارت مصحفا (فتح الباری لابن حجر ج۹ ص۱۸ قوله باب جمع القرآن المراد بالجمع هنا جمع مخصوص وهو جمع متفرقه فی صحف)

[2] (إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت فی شیء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش) أی: بلغاتهم (فإنما نزل) أی: غالبا (بلسانهم) قال الطيبی: أی نزل أولا بلسانهم، ثم رخص أن يقرأ بسائر اللغات، قال السخاوی: فاختلفوا فی التابوت، فقال زيد: التابوه، وقال الآخرون: التابوت، فرجعوا إلى عثمان، فقال: اكتبوه بالتاء فإنه بلسان قريش، وسألوا عثمان عن قوله لم يتسن، فقال: اجعلوا فيها الهاء(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ج۴ص۱۵۱۸ كتاب فضائل القرآن)

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

مجبوری کا فائدہ ایک بڑی بیماری

پیارے بچو! ایک چھوٹے سے گاؤں میں حامد نام کا ایک غریب لڑکا رہتا تھا۔ وہ بہت محنتی اور شریف تھا۔ اس کے والد کا انتقال ہو چکا تھا، اس لیے وہ اسکول کے بعد ایک دکان پر کام کر کے اپنے گھر کے اخراجات میں ہاتھ بٹاتا تھا۔ اس کی کلاس کے کچھ لڑکے، خاص طور پر بلال اور فہد، اس کی غربت سے واقف تھے۔ ایک دن بلال نے حامد سے کہا ''تمہیں پیسوں کی ضرورت رہتی ہے، اگر تم میرے لیے روزانہ اسکول کا کام کر دیا کرو تو میں تمہیں کچھ پیسے دے دیا کروں گا۔'' حامد نے مجبوری میں یہ بات مان لی۔ چند دن بعد بلال نے حامد سے نہ صرف اپنا ہوم ورک کروانا شروع کر دیا بلکہ اپنی کتابیں اور بستہ بھی اٹھوانے لگا۔ وہ حامد کو کبھی کھانے کی چیز دے کر اور کبھی تھوڑے سے پیسے دے کر اس سے بہت زیادہ کام لیتا۔ فہد بھی بلال کا ساتھ دیتا اور دونوں ہنس کر کہتے ''حامد کو تو ہماری ضرورت ہے، وہ ہمارے بغیر کیا کرے گا!'' حامد خاموش رہتا، کیونکہ اسے گھر کے خرچ کے لیے ایک ایک پیسہ ضروری لگتا تھا۔

ایک دن حامد بیمار تھا، لیکن بلال نے پھر بھی اسے اپنے کئی کام کرنے کے لیے کہا۔ حامد نے ہمت کر کے کہا ''بلال! میں غریب ضرور ہوں، لیکن میں تمہارا نوکر نہیں ہوں۔ اگر تم میری مدد نہیں کر سکتے تو کم از کم میری مجبوری کا فائدہ تو نہ اٹھاؤ۔'' یہ بات قریب کھڑے ایک لڑکے، احمد، نے سن لی۔ احمد نے بلال اور فہد سے کہا ''کسی کی غربت اس کی کمزوری نہیں ہوتی۔ جو شخص کسی مجبور کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتا ہے، وہ دراصل اس کے ساتھ ظلم کرتا ہے۔''

بلال اور فہد کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ انہوں نے حامد سے معافی مانگی اور اس کا کام خود کرنے لگے۔ احمد نے بھی اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر فیصلہ کیا کہ وہ حامد کی مدد کریں گے، لیکن اس طرح کہ اس کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو۔ کبھی وہ اس کے لیے کتاب خرید دیتے اور کبھی اس کے ساتھ مل کر پڑھتے تاکہ حامد اپنے کام خود کر سکے۔

www.idaraghufran.org

زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات(حصہ:23)

معزز خواتین ! خواتین کے لیے حلق کرنے یعنی سر مونڈ نے سے متعلق بتایا جاچکا ہے، کہ ایسا کرنا شرعاً ممنوع ہے، اور گناہ ولعنت کا سبب ہے، لیکن اگر سر مکمل طور پر مونڈا نہ جائے، بلکہ حسبِ ضرورت بال کاٹ کر چھوٹے کیے جائیں، تو اس کی اجازت ہے یا نہیں، اس بارے میں مزید تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

بال کاٹنے سے متعلق حدیث

بال کاٹنے کے حوالے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح طور پر کوئی حدیث منقول نہیں ہے، جبکہ صحابیات کے حوالے سے صحیح احادیث میں ایسے الفاظ موجود ہیں، جس سے متعدد علماء خواتین کے لیے مخصوص شرائط کے ساتھ بال کاٹنے کی اجازت کے قائل ہیں چنانچہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ

وَكَانَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذْنَ مِنْ رُءُوسِهِنَّ حَتَّى تَكُونَ كَالْوَفْرَةِ (صحيح مسلم ،كتاب الحيض ، باب القدر المستحب من الماء فى غسل الجنابة ، وغسل الرجل والمرأة فى إناء واحد فى حالة واحدة، وغسل أحدهما بفضل الآخر)

ترجمہ:اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اپنے بالوں کا کاٹتی تھیں، یہاں تک کہ وہ ''وفرہ'' کے طرح ہوجاتے تھے(مسلم)

عربی چونکہ وسیع زبان ہے، اس لیے اس میں بالوں کی لمبائی کے لحاظ سے ہر سطح کے الگ نام ہے، وفرہ، میں مشہور قول یہ ہے، کہ یہ ایسے بالوں کو کہا جاتا ہے، جو کانوں کی لو تک ہوں، جبکہ ایک قول اس میں یہ بھی ہے، کہ ان بالوں کو کہا جاتا ہے، جو کاندھوں سے تھوڑے بڑے ہوں، لیکن مشہور وہی

ہے، جو پہلے ذکر ہوا،اس میں یہ وضاحت بھی ضروری ہے، کہ انہوں بالوں کو وفرہ نہیں بلکہ وفرہ جیسا قرار دیا ہے، جس کا ہمارے نزدیک مطلب یہی ہے، کہ وہ حقیقت میں اتنے چھوٹے نہیں ہوتے تھے،اگر چہ دیکھنے میں وہ وفرہ جیسے محسوس ہوتے تھے، یہ ایسا ہی ہے، جیسے ہم کسی بڑے شخص کے غیر ذمہ دارانہ رویے کو دیکھ کر کہتے ہیں، یہ بچہ جیسا ہے، یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ حقیقت میں بچہ ہے ،ویسے ہی یہاں بھی ہے،اس حدیث کو بیان کرنے والے راوی ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن حضرت عائشہ کے محرم اور رضاعی بھانجے تھے،اس لیے وہ حضرت عائشہ کو دیکھ کر ہی یہ بات ذکر کر رہے ہیں۔

ابوسلمہ کی حدیث کی وضاحت

اس حدیث کے معنیٰ اور مفہوم بیان کرنے میں علماء کا اختلاف موجود ہے، جو علماء خواتین کے لیے بال کاٹنے کو ممنوع قرار دیتے ہیں، جیسے ہمارے یہاں یہی رائے زیادہ مشہور ہے، وہ حضرات حدیث میں موجود الفاظ ’’یأخذن‘‘ سے کاٹنے کے بجائے، کرنا مراد لیتے ہیں، یعنی ان کے مطابق یہاں بال کاٹنا مراد نہیں ہے، بلکہ ایسی ترتیب سے لپیٹ کر باندھنا مراد ہے، جس سے بالوں کی لمبائی کم ہوجائے، اور کام کاج میں سہولت رہے، جیسے عموماً ہمارے یہاں بھی خواتین کلب ، کیچر وغیرہ سے بال لپیٹ کر اوپر کر لیتی ہیں، جبکہ بہت سے حضرات ان الفاظ سے مراد تو کاٹنا ہی لیتے ہیں، لیکن وہ اس عمل کو ازواجِ مطہرات کے ساتھ خاص قرار دیتے ہیں، اور اس کو زینت کے چھوڑ دینے سے تعبیر کرتے ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ازواج مطہرات کے لیے نکاح کرنا جائز نہیں تھا، جبکہ اس سلسلے میں جو حضرات جواز کے قائل ہیں، وہ اس مفہوم کو درست نہیں سمجھتے ، ان کے نزدیک پہلی بات تو یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ حتمی طور پر بال کاٹنے پر ہی دلالت کرتے ہیں، اس کو بال کاٹنے کے علاوہ لپیٹنے وغیرہ کے مفہوم میں لینا زور زبردستی ہے ،حدیث کی کتابوں میں جہاں بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے، وہ کاٹنے کے لیے ہی بولا جاتا ہے، چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق مروی ہے، جب وہ حج یا عمرہ کرتے تھے، تو ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ لیتے تھے، اور جو مٹھی سے زائد ہوتی تھی اس کے بارے میں لفظ ہے ’’اخذہ‘‘ یعنی کاٹ لیتے تھے، اب یہاں کوئی بھی موڑ لیتے تھے، یا لپیٹ لیتے تھے ترجمہ نہیں کرے گا،

اور اس کی مثالیں اتنی زیادہ ہیں، اگر صرف ایسی احادیث ہی جمع کر لی جائیں، جس میں اس لفظ سے کاٹنا مراد لیا جاتا ہے، تو ایک رسالہ تیار ہو جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے، کہ ازواج مطہرات سے نکاح کرنا حرام تھا، یہ تو قرآن مجید سے ثابت ہے، لیکن ان کو زینت اختیار کرنے کی ممانعت تھی، ایسا ثابت ہونا مشکل ہے، بلکہ صحیح احادیث سے زینت کرنے کے واقعات مل جائیں گے، سو اگر ان حضرات کی اس بات کو تسلیم بھی کر لیں کہ ازواج مطہرات کا یہ عمل زینت ترک کرنے کے لیے تھا، تو بھی اس سے باقی خواتین کے لیے اس کا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوتا، سو یہ وجہ بھی دلیل کے لحاظ سے کمزور ہے، بعض حضرات مردوں کی مشابہت کی وجہ سے ممنوع قرار دیتے ہیں، لیکن یہ دلیل صرف اسی وقت مؤثر ہوگی، جب کوئی عورت اس حد تک بال چھوٹے کرا لے جس حد تک مردوں کو بال رکھنا جائز ہے، یعنی کاندھوں تک، یا اس سے چھوٹے، جبکہ اگر وہ اتنے چھوٹے کراتی ہے، جو چھوٹے کرانے کے بعد بھی کاندھوں سے نیچے تک ہوتے ہیں، تو یہ مردوں کی مشابہت میں داخل نہیں، کیونکہ اس سے بڑے بال رکھنا خود مرد کے لیے ہی ممنوع ہیں۔

بال کاٹنے سے متعلق اضافی شرائط

بعض علماء دو مسئلوں کو آپس میں ملا کر بیان کرتے ہیں، یعنی بال کاٹنے سے مردوں کی مشابہت ہوگی، کافروں اور فاسقوں کی مشابہت ہوگی وغیرہ وغیرہ، جبکہ یہ ساری وجوہات اضافی ہیں، جہاں تک صرف بال کاٹنے کا مسئلہ ہے، وہ اس سے جدا ہے، چونکہ بہت سے اصحابِ علم کے نزدیک خواتین کے لیے بال کاٹنا جائز ہے، جس میں امام نووی رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر محدث بھی شامل ہیں، اس لیے ہم خواتین کے لیے بذاتِ خود بال کاٹنے کو ممنوع یا ناجائز نہیں سمجھتے، جبکہ اس سلسلے میں ممانعت کی کوئی صریح دلیل بھی موجود نہیں ہے، باقی اگر وہ مردوں کی یا کسی کافرہ، فاسقہ عورت کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے، یا شوہر کی اجازت کے بغیر، یا غیر محرم کو دکھانے کی نیت سے بال کاٹتی ہے، تو اس کے ناجائز ہونے میں شبہ نہیں ہے، جس کی وجہ ایک اضافی خرابی کا پایا جانا ہے۔

(جاری ہے............

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

”تفقہ فی الدین“ کی فضیلت واہمیت (دوسری وآخری قسط)

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث

چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا، فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيْهٍ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ٣٦٦٠، كتاب العلم، باب فضل نشر العلم) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ اس شخص کو خوش وخرم رکھے، جو مجھ سے کسی حدیث کو سنے، پھر اس کو محفوظ کرلے، یہاں تک کہ اس کو کسی دوسرے تک پہنچادے، پس بہت سے فقہ کے حاملین ایسے ہوتے ہیں کہ جن تک وہ فقہ کی بات پہنچاتے ہیں، وہ ان پہنچانے والوں سے زیادہ فقیہ ہوتے ہیں، اور بہت سے فقہ کے حاملین فقیہ نہیں ہوتے (سنن ابی داؤد)

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الهُدَى وَالعِلْمِ، كَمَثَلِ الغَيْثِ الكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ، قَبِلَتِ المَاءَ، فَأَنْبَتَتِ الكَلَأَ وَالعُشْبَ الكَثِيرَ، وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ، أَمْسَكَتِ المَاءَ، فَنَفَعَ اللَّهُ بِهَا النَّاسَ، فَشَرِبُوا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا، وَأَصَابَتْ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرَى، إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لاَ تُمْسِكُ مَاءً وَلاَ تُنْبِتُ كَلَأً، فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابی داؤد)

www.idaraghufran.org

فَقُـهَ فِـى دِيـنِ اللّٰهِ، وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِى اللّٰهُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِـذٰلِكَ رَأْسًـا، وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِى أُرْسِلْتُ بِهِ (صـحيح البخارى،رقم الحديث ٧٩،بَابُ فَضْلِ مَنْ عَلِمَ وَعَلَّمَ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے جس ہدایت وعلم کے ساتھ بھیجا ہے،اس کی مثال بہت زیادہ بارش کی طرح ہے، جوزمین پر برسے، پھر جوزمین صاف ہو، وہ پانی کو جذب کرلے، پھر وہ بہت سے گھاس اور سبزہ کو اُگائے ،اور جوزمین سخت ہو، وہ پانی کوروک لے، پھر اللہ اس کے ذریعہ لوگوں کو فائدہ پہنچائے ،لوگ خود بھی پانی پییں اور جانوروں کو بھی پلائیں اور کھیتی کو بھی سیراب کریں۔

اور کچھ بارش ایسی زمین پر برسے، جوصاف اور چٹیل ہو، وہ نہ تو پانی کوروکے اور نہ ہی وہ سبزہ کو اُگائے۔

بس یہی مثال اُس شخص کی ہے،جس نے اللہ کے دین میں تفقہ حاصل کیا اوراس کو اس چیز (ہدایت وعلم) نے نفع پہنچایا،جس ہدایت وعلم کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے،تو اس نے وہ علم حاصل کیا،اوراس کی دوسروں کو تعلیم بھی دی۔

اور یہی مثال اس شخص کی ہے،جس نے سر تک نہ اٹھایا اور اللہ کی اس ہدایت کو قبول نہیں کیا،جس کو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے (صحیح بخاری)

اس حدیث سے بھی دین میں تفقہ کی عظیم فضیلت معلوم ہوئی کہ اس کے علم سے وہ خود،اور دوسرے انسان،اور دوسری مخلوق مستفید ہوتی ہے۔

تفقہ فی الدین سے متعلق ابنِ ملک کا حوالہ

’’تفقه فی الدین‘‘ کی حدیث کی تشریح کے ذیل میں ابنِ ملک فرماتے ہیں:

"يـفقهه فى الدين "؛ أى :يـجـعـلـه عـالـما بأحكام الشريعة، ذا بصيرة فيها، يستـخـرج الـمـعـانـى الـكثيـرة من الألـفـاظ القليلة (شـرح مـصـابيح السنة،ج ا،ص ١٩١،كتاب العلم)

ترجمہ: اللہ اس کو دین میں تفقہ عطاء فرمادیتا ہے،اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو احکامِ

شریعت میں بصیرت والا عالم بنادیتا ہے، جوتھوڑے الفاظ سے کثیر معانی ومطالب کا استخراج کرتا ہے(شرح مصابیح السنہ)

حسین بن محمود مظہری کا حوالہ

اورحسین بن محمود مُظْہِری فرماتے ہیں:

قوله" :يفقهه في الدين "؛ أي :يجعله عالما بأحكام الدين، ويجعله ذا فهم حتى يفهم من ألفاظ قليلة معاني كثيرة، وخير الدنيا والآخرة في العلم بأحكام الدين(المفاتيح في شرح المصابيح، ج ١،ص ٣٠٠، كتاب العلم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اللہ اس کو دین میں تفقہ عطاء فرمادیتا ہے،اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو احکامِ شریعت کا عالم بنادیتا ہے،اوراس کو فہم وفراست والا بنادیتا ہے، یہاں تک کہ وہ تھوڑے الفاظ سے کثیر معانی ومطالب کو سمجھنے لگتا ہے،اور دنیا اور آخرت کی خیر،علم میں دینی احکام کے ساتھ وابستہ ہے(المفاتیح شرح المصابیح)

شرفُ الدین طیبی کا حوالہ

اورشرفُ الدین حسین بن عبداللہ طیبی فرماتے ہیں:

وإنما خص علم الشريعة بالفقه؛ لأنه علم مستنبط بالقوانين والأدلة، والأقيسة، والنظر الدقيق بخلاف اللغة، والنحو، والصرف (شرح الطيبي على مشكاة المصابيح، ج ٢،ص ٦٢٠، كتاب العلم)

ترجمہ:اورعلمِ شریعت کوفقہ کے ساتھ صرف اس لئے خاص کیا گیا، کیونکہ یہ(فقہ)ایسا علم ہے، جوقوانین اوردلائل،اورقیاسات،اور باریک بینی سے مستنبط ہے۔

برخلاف لغت اورنحواورصرف کے(کہ اس میں یہ خصوصیات نہیں)(شرح طیبی)

ابوالعباس قسطلانی کا حوالہ

اورابوالعباس احمد بن محمد قسطلانی فرماتے ہیں:

(من يرد الله به خيرا) أي جميع الخيرات لأن النكرة تفيد العموم أو خيرا عظيما فالتنوين للتعظيم (يفقهه في الدين) والفقه في الأصل الفهم يقال فقه الرجل بالكسر يفقه فقها إذا فهم وعلم وفقه بالضم يفقه إذا صار فقيها عالما

وجعله العرف خاصا بعلم الشريعة وتخصيصا بعلم الفروع وإنما خص من علم الشريعة بالفقه لأنه علم مستنبط بالقوانين والأدلة والأقيسة والنظر الدقيق بخلاف علم اللغة والنحو والصرف (إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى، ج ۱۰، ص ۳۲۴، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة،باب قول النبى -صلى الله عليه وسلم :-لا تزال طائفة من أمتى ظاهرين على الحق، يقاتلون وهم أهل العلم)

ترجمہ: جس کے ساتھ،اللہ خیر کا ارادہ فرماتا ہے،اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام خیر والی چیزوں کا ارادہ فرماتا ہے، کیونکہ نکرہ، دراصل عموم کا فائدہ دیتا ہے، یا یہ مطلب ہے کہ جس کے ساتھ اللہ عظیم خیر کا ارادہ فرماتا ہے،اس صورت میں تنوین، تعظیم کے لئے ہوگی۔

تو اس کو دین میں تفقہ عطاء فرمادیتا ہے،اور ''فقہ''اصل میں'' فہم وسمجھ'' کا نام ہے،کہاجاتا ہے کہ'' فَقِهَ الرجلُ بالكسر يفقه فقهًا ''جب فہم اور علم حاصل ہوجائے،اور کہاجاتا ہے کہ'' فقُه الرجل بالضم يفقه ''جب وہ فقیہ عالم ہوجائے،لیکن عرف نے اس کو علمِ شریعت،اوربطورخاص علمِ فروع کے ساتھ مختص کردیا ہے۔

اورعلمِ شریعت کو فقہ کے ساتھ صرف اس لئے خاص کیا گیا، کیونکہ یہ ایسا علم ہے، جو قوانین اوردلائل،اورقیاسات،اور باریک بینی سے مستنبط ہے۔

برخلاف لغت اورنحواورصرف کے(کہ اس میں یہ خصوصیات نہیں)(ارشادالساری)

علامہ ابنِ تیمیہ کا حوالہ

اورعلامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

وقد ثبت فى الصحيح عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :(من يرد الله به خيرا يفقهه فى الدين) ولازم ذلک أن من لم يفقهه الله فى الدين لم يرد به خيرا فيكون التفقه فى الدين فرضا .والتفقه فى الدين :معرفة الأحكام الشرعية بأدلتها السمعية .فمن لم يعرف ذلک لم يكن متفقها فى الدين لكن من الناس من قد يعجز عن معرفة الأدلة التفصيلية فى جميع أموره

فيسقط عنه ما يعجز عن معرفته لا كل ما يعجز عنه من التفقه ويلزمه ما يقدر عليه .وأما القادر على الاستدلال؛ فقيل :يحرم عليه التقليد مطلقا وقيل : يجوز مطلقا وقيل :يجوز عند الحاجة؛ كما إذا ضاق الوقت عن الاستدلال وهذا القول أعدل الأقوال .والاجتهاد ليس هو أمرا واحدا لا يقبل التجزى والانقسام بل قد يكون الرجل مجتهدا فى فن أو باب أو مسألة دون فن وباب ومسألة وكل أحد فاجتهاده بحسب وسعه(مجموع الفتاوى، ج٢٠، ص ٢١٢)

ترجمہ:اور صحیح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا ثابت ہے کہ اللہ، جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے، اس کو دین میں تفقہ عطاء فرمادیتا ہے، اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جس کو اللہ نے تفقہ فی الدین عطاء نہیں فرمایا، تو اس کے ساتھ، اللہ نے خیر کا ارادہ نہیں فرمایا، اس لئے تفقہ فی الدین فرض ہے، اور تفقہ فی الدین، نام ہے دلائلِ سمعیہ (قرآن وسنت) کے ذریعہ احکامِ شرعیہ کی معرفت کا، پس جس شخص کو یہ معرفت نہ ہو، تو وہ دین میں متفقہ نہیں ہوگا، تاہم بعض لوگ تمام امور میں تفصیلی دلائل کی معرفت سے عاجز ہوتے ہیں، تو ان سے، ان امور کی معرفت ساقط ومعاف ہوجاتی ہے، جن سے وہ عاجز ہوں، تمام امور کی معرفت ساقط ومعاف نہیں ہوتی، جتنی معرفت سے عاجز ہوں، وہ معاف ہوتی ہے، اور جتنی معرفت کی قدرت ہو، وہ لازم ہوتی ہے۔

اور جو شخص استدلال پر قادر ہو، اس کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ اس پر تقلید مطلقاً حرام ہوتی ہے (بلکہ اجتہاد وتحقیق ضروری ہوتی ہے) اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو تقلید مطلقاً جائز ہوتی ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ ضرورت کے وقت تقلید جائز ہوتی ہے، جیسا کہ جب استدلال کرنے کا وقت تنگ ہو، اور یہی قول تمام اقوال میں معتدل ہے، اور اجتہاد ایسا امر نہیں، جو تجزی وانقسام کو قبول نہ کرتا ہو، بلکہ بعض اوقات ایک آدمی ایک فن، یا ایک باب، یا ایک مسئلہ میں مجتہد ہوتا ہے، دوسرے فن، اور دوسرے باب، اور دوسرے مسئلہ میں مجتہد نہیں ہوتا، اور ہر ایک کا اجتہاد اس کی حسبِ وسعت ہوا کرتا ہے (مجموع الفتاویٰ)

www.idaraghufran.org

ابوالحسنات علامہ عبدالحئی لکھنوی کا حوالہ

اور ابوالحسنات علامہ عبدالحئی لکھنوی تحریر فرماتے ہیں:

لا يخفى على أرباب النهى أن أفضل الفضائل وأكمل الشمائل هو التفقه في الدين، وإليه أشار سيد المرسلين، بقوله الذي أخرجته أئمة الدين: من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين وهو الوصف الذي يمتاز به المرء بين الأقران، والأماثل، ويكون مشارا إليه في الفضل والكمال بالأنامل، فطوبى لمن علمه وتعلمه، وباحث فيه ودرسه (مقدمة عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، ج ۱، ص ۸)

ترجمہ: اہلِ عقل پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ فضائل میں سب سے افضل اور شمائل میں سب سے اکمل چیز دارصل ''تفقہ فی الدین'' ہے، اوراسی کی طرف سیدُ المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان میں اشارہ فرمایا ہے، جس کو ائمہ دین نے روایت کیا ہے کہ ''اللہ، جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے، اس کو تفقہ فی الدین عطاء فرمادیتا ہے'' اور یہی وہ وصف ہے، جس کی وجہ سے انسان، اپنے زمانہ والوں، اوراپنے جیسے لوگوں سے ممتاز شمار ہوتا ہے، اوراس کی طرف فضل اور کمال میں انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہے، پس خوش خبری ہے، اس شخص کے لئے، جس نے اس کی تعلیم دی، اوراس کی تعلیم حاصل کی، اوراس میں بحث کی، اوراس کی تدریس کی (مقدمہ عمدۃ الرعایہ)

امید ہے کہ مذکورہ تفصیل سے آپ کواپنے سوال کا جواب معلوم ہوگیا ہوگا۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان خان

4/صفرالمظفر/1448ہجری، 19/جولائی/2026ء، بروز اتوار

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

’’رسومِ افتاء و اصولِ افتاء‘‘ پر کلام (قسط:19)

حرج لازم نہ آنے کا تصور

پھر فاضل موصوف نے تحقق وعدمِ تحقق کا دعویٰ کرتے ہوئے لکھا:

’’جبکہ مذکورہ مسئلے میں یہ دونوں صورتیں متحقق نہیں ہیں، اول تو اس لئے کہ اس مسئلے میں احناف کے مسلک پر عمل کرنے میں حرج لازم نہیں آتا، وجہ یہ ہے کہ کمیشن اور دلالی متعین کرنے کی متعدد جائز صورتیں موجود ہیں، مثلاً کمیشن معلوم مقدار میں طے کرلیا جائے، یا فی صد کے لحاظ سے طے کرلیا جائے، یا معلوم مقدار بطور کمیشن طے کر کے اضافی رقم کو بطور انعام مقرر کرلیا جائے۔

اس لئے اس معاملہ میں کوئی ایسی مجبوری نہیں ہے کہ ٹاپ لگانے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ ہو، اور اس کو چھوڑنے میں حرج شدید لازم آتا ہو‘‘ (کمیشن اور بروکری کے جدید مسائل، ص۱۵۲، مطبوعہ: مکتبہ معارف السنۃ، کمیٹی چوک، راولپنڈی، طبع اول ۲۰۲۴ء)

تبصرہ:......فاضل موصوف کے نزدیک کیا چیز متحقق ہے، اور کیا چیز متحقق نہیں، وہ اپنے نزدیک تحقق کے مکلّف ہیں، اور ہم اپنے نزدیک تحقق کے مکلّف ہیں۔

فاضل موصوف محض دو متصورہ صورتوں کے علاوہ اگر کسی صورت میں بھی اس معاملہ کے جواز کے قائل نہیں، جس کو موکل اور وکیل کسی کے جبر واکراہ کے بغیر، اپنی کسی متحقق ضرورت، یا مصلحت کے مطابق سرانجام دے رہے ہیں، اور اس کے جواز کے حضرت ابنِ عباس اور جلیلُ القدر تابعین، اور امام احمد قائل ہیں، اور ان کی اتباع میں ہم اس کے مطابق اس کا جواز کسی غلط بیانی کے بغیر نقل کر رہے ہیں، اور نہ تو مستفتی کو مجوزین کے قول پر عمل کرنے میں کوئی مانع ہے، نہ ہی کوئی پریشانی لاحق

ہے، نہ ہی مجوزین کے نزدیک مذکورہ صورت کے جواز کے لئے دوصورتوں کا تحقق ضروری ہے۔
تو اس میں فاضل موصوف کو کیا پریشانی لاحق ہے، اور ان کی کونسی چیز کمیشن، یا بیع میں جارہی ہے، جو دوسروں کے کاموں میں ٹانگ اڑاتے پھریں، اور جواز کے راستوں پر قابض ہوکر بیٹھیں۔
اگر فاضل موصوف اپنے کسی مستفتی کو مذکورہ دوصورتوں کے علاوہ اس معاملہ کو جائز قرار نہیں دیتے، تو نہ دیں، لیکن ان کو دوسروں کے راستہ میں جامدوخامد ہوکر بیٹھ جانے کا استحقاق حاصل نہیں۔
شاہ ولی اللہ صاحب ''**عقدُ الجید**'' میں ''عوام کی سہولت کے لئے رخصت پر مشتمل قول کو لینے کا مسئلہ'' بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وفی عمدة الأحکام من کشف البزدوی یستحب للمفتی الأخذ بالرخص تیسیرا علی العوام مثل التوضؤ بماء الحمام والصلاة فی الأماکن الطاهرة بدون المصلی وعدم الاحتراز عن طین الشوارع فی موضع حکموا بطهارته فیها ولا یلیق ذلک بأهل العزلة بل الأخذ بالإحتیاط والعمل بالعزیمة أولی بهم وفی القنیة ثم ینبغی للمفتی أن یفتی الناس بما هو أسهل علیهم کذا ذکره البزدوی فی شرح الجامع الصغیر ینبغی للمفتی أن یأخذ بالأیسر فی حق غیره خصوصا فی حق الضعفاء لقوله علیه الصلاة والسلام لأبی موسی الأشعری ومعاذ حین بعثهما إلی الیمن یسروا ولا تعسروا وفی عمدة الأحکام فی کتاب الکراهیة سؤر الکلب والخنزیر نجس خلافا لمالک وغیره ولو أفتی بقول مالک جاز (عقد الجید فی أحکام الاجتهاد والتقلید، ص ۷۰، ۷۱، باب اختلاف الناس فی الأخذ بهذه المذاهب الأربعة وما یجب علیهم من ذلک، فصل فی المتبحر فی المذهب، الناشر: دارالکتب، بشاور، الطبعة الأولیٰ: ۱۴۳۴ھ، ۲۰۱۳م)

ترجمہ: **کشفُ البزدوی** کے حوالہ سے **عمدۃُ الاحکام** میں ہے کہ مفتی کے لئے مستحب ہے کہ عوام کی آسانی کی غرض سے رخصتوں کو اختیار کرے، جیسے حمام کے پانی سے وضو کرنا، اور پاک جگہوں میں بغیر جائے نماز کے نماز پڑھنا، اور جن مواقع میں طہارت کا حکم لگایا ہے، وہاں کے راستوں کی مٹی اور کیچڑ سے نہ بچنا، لیکن جو لوگ اہلِ عزل وخواص ہیں، ان کے لئے احتیاط کو لینا اور عزیمت پر عمل کرنا بہتر ہے۔

قـــنیۃ میں ہے کہ پھر مفتی کے لیے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو ایسا فتویٰ دے، جو ان پر زیادہ سہل ہو، اسی طریقہ سے بزدوی نے جامع صغیر کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ مفتی کے لیے مناسب یہ ہے کہ دوسرے کے حق میں آسان ترین پہلو کو اختیار کرے، خاص طور پر کمزوروں کے حق میں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن روانہ کیا، تو یہ فرمایا کہ ''تم لوگوں پر آسانی پیدا کرنا اور تنگی پیدا مت کرنا'' اور عـمدۃُ الاحکام کی کتـابُ الکراھیۃ میں ہے کہ کتے اور خنزیر کا جوٹھا پاک ہے، امام مالک رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے کہ ان کے نزدیک پاک ہے، اور اگر کوئی امام مالک کے قول پر فتویٰ دے، تو جائز ہے (عقدالجید)

اس طرح کی نہ یہ کہ بے شمار تصریحات موجود ہیں، بلکہ اس کے متعلق قرآن وسنت کی بھی اتنی نصوص ہیں کہ جن کے مقابلہ میں فاضل موصوف کی طرف سے نقل کردہ حوالہ جات کی کوئی زیادہ اہمیت نہیں، اور ہم نے ان کو ایک مستقل رسالہ میں جمع کر دیا ہے، جس کو ملاحظہ کرنے کی شاید فاضل موصوف کو ضرورت محسوس نہ ہو، کیونکہ ان کو امتِ مسلمہ کے لئے آسانی کے بجائے سختی پسند ہے، اور وہ آسانی وتیسیر اور تسہیل کے مفہوم کو بھی سختی وتشدد اور تنگی وحرج سے تبدیل کرنے کے خواہاں ہیں۔

عرف وعادت کی حقیقت، اور اس کی اقسام واحکام

پھر فاضل موصوف نے لکھا:

''اور یہ کہنا کہ اس کا تعامل ورواج ہو چکا ہے، تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ تعامل، یعنی عرف عملی، اس وقت معتبر ہوتا ہے، جب عرف عام ہو جائے، اور عرفِ عام وہ ہوتا ہے، جو کسی ایک علاقہ، یا مخصوص طبقہ کے لوگوں تک محدود نہ ہو، بلکہ بہت سے شہروں میں پھیل جائے، اور اس میں اتنا ابتلائے عام ہو جائے کہ اس سے بچنے میں حرج شدید لازم آئے'' (کمیشن اور بروکری کے جدید مسائل، ص ۱۵۲، و۱۵۳، مطبوعہ: مکتبہ معارف السنۃ، کمیٹی چوک، راولپنڈی، طبع اول ۲۰۲۴ء)

تبصرہ:......اول تو فاضل موصوف نے جو عرف کی تقسیم اور مسئلہ کے اجتہادی وغیر اجتہادی ہونے کو نظر انداز کر کے عرف کے معتبر ہونے کے لئے کسی ایک علاقہ، یا طبقہ کے لوگوں تک محدود نہ ہونے، بلکہ بہت سے شہروں تک پھیلنے وغیرہ کی قیود لگائی ہیں، یہ درست نہیں۔

دوسرے ہم نے اس معاملہ کو اجارہ کی حیثیت سے جائز قرار ہی نہیں دیا۔

تیسرے ہمارے مبحوث فیہ مسئلہ کو نصوص کے خلاف سمجھنا ہی درست نہیں۔

البتہ حنفیہ کے مذہب کے خلاف قرار دیا جاسکتا ہے، جو اس کو اجارۂ صحیحہ نہ ہونے کی وجہ سے اجارۂ فاسدہ کہتے ہیں۔

اس لئے اس معاملہ کی حیثیت نص کے خلاف ہونے کے بجائے مذہبِ حنفی کے خلاف ہونے کی شمار ہوتی ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

چوتھے عرف وعادت کے احکام اور اس کی شرائط وغیرہ میں متعدد امور خود اجتہادی واختلافی ہیں، ان میں سے بعض اقوال کو لے کر قاعدہ کلیہ بنالینا، اور ان کے تناظر میں ہر جگہ یکساں حکم لگانا، ہی درست نہیں۔

بے شک فقہائے کرام نے عرف وعادت کو متعدد احکامِ عملیہ ولفظیہ میں معتبر سمجھا ہے۔ [1]

اوراس کی مختلف الفاظ میں تعبیر کی ہے، جیسا کہ عادت کا محکمہ ہونا، حقیقت کو عادت کی دلالت وجہ

---

[1] لا خلاف بين الفقهاء في أن العادة مستند لكثير من الأحكام العملية واللفظية، وأنها تحكم فيما لا ضابط له شرعا، كأقل مدة الحيض والنفاس، وفي أقل سن الحيض والبلوغ، وفي حرز المال المسروق، وفي ضابط القليل والكثير في الضبة من الفضة والذهب، وفي قصر الزمان وطوله عند موالاة الوضوء ، وفي البناء على الصلاة، وكثرة الأفعال المنافية للصلاة، وفي التأخير المانع من الرد بالعيب، وفي الشرب وسقي الدواب من الجداول والأنهار المملوكة المجرى إذا كان لا يضير مالكها، فتحكم العادة في هذه المسائل إقامة لها مقام الإذن اللفظي، وكذا الثمار الساقطة من الأشجار المملوكة، وفي عدم رد ظرف الهدية إذا لم تجر العادة برده.
وما جهل حاله في الوزن والكيل في عهد رسول الله رجع فيه إلى عادة بلد البيع.
وقال الشاطبي :العوائد الجارية ضرورية الاعتبار شرعا، سواء كانت شرعية في أصلها، أو غير شرعية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٩، ص ٢١٦،مادة"عادة")

www.idaraghufran.org

سے چھوڑ دیا جانا، عادت کا غالب آنے اور طاری ہونے پر معتبر ہونا، وغیرہ وغیرہ۔ [1]

عرف وعادت کی وقوع کے اعتبار سے دو بڑی اقسام ہیں۔

ایک عام، یعنی جو تمام علاقوں اور لوگوں میں پھیل جائے۔

اور دوسری خاص، یعنی جو کسی شہر، یا لوگوں کے مخصوص طبقہ و جماعت کے ساتھ خاص ہو۔

جیسا کہ آج کے دور میں مختلف اہلِ فن و شعبہ کا اپنا اپنا عرف ہے، مثلاً صرافہ بازار والوں کا اپنا عرف ہے، اور اس میں بھی ایک ہی شہر کے مختلف بازاروں میں بھی اپنا اپنا عرف جاری ہے، اور مختلف شعبہائے زندگی کے اپنے اپنے اعراف ہیں، جس طرح بینکاری کے اپنے معاملات کے اعراف ہیں۔ [2]

---

[1] دليل اعتبار العادة في الأحكام:

الأصل في اعتبار العادة ما روى عن ابن مسعود رضي الله عنه موقوفا :ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن .وفي كتب أصول الفقه، وكتب القواعد ما يدل على أن العادة من المعتبر في الفقه، ومن ذلك:

أ -قولهم :العادة محكمة.

ب -الممتنع عادة كالممتنع حقيقة.

ج -الحقيقة تترك بدلالة العادة.

د -إنما تعتبر العادة إذا اطردت أو غلبت . وقلما يوجد باب من أبواب الفقه ليس للعادة مدخل في أحكامه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۹،ص۲۱۶،مادة"عادة")

[2] وتنقسم العادة باعتبار وقوعها إلى :عامة وخاصة.

فالعادة العامة :هي التي تكون فاشية في جميع البقاع بين جميع الناس، ولا تختلف باختلاف الأماكن، كالاستصناع في كثير من الأشياء التي يحتاج إليها الناس في كل الأماكن -وفي جميع البلدان -كالأحذية والألبسة والأدوات التي لا يمكن الاستغناء عنها في بلد من البلدان ولا في زمن من الأزمان.

أما الخاصة :فهي التي تكون خاصة في بلد، أو بين فئة خاصة من الناس، كاصطلاح أهل الحرف المختلفة بتسمية شيء باسم معين في محيطهم المهني، أو تعاملهم في بعض المعاملات بطريقة معينة حتى تصير هذه الطريقة هي المتعارف فيما بينهم، وهذه تختلف الأحكام فيها باختلاف الأماكن والبقاع(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۹،ص۲۱۸،مادة"عادة")

العرف العام والعرف الخاص:

العرف العام :هو ما تعارفه عامة الناس كمن حلف لا يضع قدمه في دار فلان، فهو في العرف العام بمعنى الدخول، سواء دخلها ماشيا أو راكبا.

والعرف الخاص :هو ما لم يتعارفه عامة الناس بل بعضهم، كالألفاظ المصطلح عليها في عرف الشرع أو عرف التخاطب، أو في عرف طائفة خاصة، ومن ذلك اصطلاح الرفع عند النحاة، واشترط الحنفية في العرف العام استمرار العمل به بين الناس(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۰،ص۵۶،مادة"عرف")

www.idaraghufran.org

پھر احکامِ شرعیہ میں عرف وعادت کے معتبر ہونے، نہ ہونے کے اعتبار سے تین اقسام ہیں۔

ایک وہ جس کے معتبر ہونے کی شرعی دلیل موجود ہو۔

عرف کی یہ قسم احکامِ شرعیہ میں موثر ہے۔

دوسری وہ جس کی نفی پر شرعی دلیل موجود ہو، جیسا کہ زمانہ جاہلیت اور ہر دور کے ایسے عرف ورواج، جن سے شریعت نے منع کردیا، اوران کو حرام قرار دے دیا ہے۔

عرف کی یہ قسم احکامِ شرعیہ میں موثر نہیں۔

تیسری وہ جس کے معتبر ہونے، یا نفی ہونے کی کوئی شرعی دلیل نہ ہو۔

عرف کی یہ قسم بیشتر فقہائے کرام کے نزدیک احکامِ شرعیہ میں اپنی شرائط کے ساتھ موثر ہے۔ [1]

پھر عرف وعادت کے معتبر ہونے کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ طاری اور غالب ہو، یعنی کثرت کے ساتھ اس پر عمل ہو۔ [2]

اورعرف وعادت کے معتبر ہونے کی دوسری شرط یہ ہے کہ وہ عرف وعادت عام ہو، خاص نہ ہو۔

البتہ بعض فقہاء نے عرفِ خاص کو خاص شرائط کے ساتھ معتبر سمجھا ہے، جس کی تفصیل ان شاءاللہ

---

[1] ينقسم العرف من حيث اعتباره في الأحكام -إلى ثلاثة أقسام:

أ -ما قام الدليل الشرعي على اعتباره، كمراعاة الكفاء ة في النكاح، ووضع الدية على العاقلة فهذا يجب اعتباره والأخذ به.

ب -ما قام الدليل الشرعي على نفيه، كعادة أهل الجاهلية في التبرج، وطوافهم في البيت عراة، والجمع بين الأختين، وغير ذلك من الأعراف التي نهى عنها الشارع، فهذه الأعراف لا تعتبر.

ج -ما لم يقم الدليل الشرعي على اعتباره أو نفيه، وهذا هو موضع نظر الفقهاء .

-وقد ذهب الفقهاء إلى اعتباره ومراعاته وبنوا عليه الكثير من الأحكام ولم ينكر ذلك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠،ص٥٧،مادة"عرف")

[2] شروط اعتبار العرف:

الشرط الأول :أن يكون العرف مطردا أو غالبا:

يشترط لاعتبار العرف :أن يكون مطردا أو غالبا .ومعنى الاطراد :أن يكون العرف مستمرا بحيث لا يتخلف في جميع الحوادث، ومعنى الغلبة :أن يكون العمل بالعرف كثيرا، ولا يتخلف إلا قليلا، ذلك أن الاطراد أو الغلبة يجعل العرف مقطوعا بوجوده، قال السيوطي :إنما تعتبر العادة إذا اطردت، فإذا اضطربت فلا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠،ص٥٨،مادة"عرف")

www.idaraghufran.org

آگے ذکر کی جائے گی۔ ۱؎

اورعرف وعادت کے معتبر ہونے کی تیسری شرط یہ ہے کہ وہ عرف نصوصِ شرعیہ کے خلاف نہ ہو،جیسا کہ شراب نوشی،اورسود کا عرف ہونے سے وہ عرف معتبر نہیں ہوتا،اوروہ چیز حرام رہتی ہے۔ پھر اگر وہ عرف **من کل الوجوہ** نص کے خلاف نہ ہو، بلکہ بعض وجوہ سے خلاف ہو،جیسا کہ اس میں نص کی تخصیص لازم آتی ہو،تو اس کے معتبر ہونے میں اختلاف ہے۔

بعض اس کو معتبر قرار دیتے ہیں،بعض تفصیل کے قائل ہیں،جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ ۲؎

عرف وعادت کے معتبر ہونے کی چوتھی شرط یہ ہے کہ عرف وعادت کے خلاف تصریح موجود نہ ہو، کیونکہ عرف سے جو حکم ثابت ہوتا ہے، وہ دلالت کے طور پر ثابت ہوا کرتا ہے،لیکن جب اس کی صراحت موجود ہو،تو اس کا درجہ زیادہ،اور مقدم ہے،جیسا کہ سنت کا درجہ،اجماع سے پہلے ہے،سنت کے برخلاف اجماع درست نہیں، پس تصریح ونطق کی حیثیت،سنت کی طرح اورعرف کی حیثیت اجماع کی طرح ہے۔

اس لئے جب کسی چیز کا عرف موجود ہے،لیکن عاقدین اس کے خلاف کی تصریح کردیں،اورعقد کے صحیح ہونے کی دیگر شرائط بھی موجود ہوں،تو عرف کو نظر انداز کر کے عاقدین کی تصریح کا

۱؎ الشرط الثانی :أن یکون العرف عاما:

هذا الشرط محل خلاف بین الفقهاء :فـذهب جمهور الحنفیة والشافعیة إلی أنه یعتبر فی بناء الأحکام العرف العام دون الخاص(الموسوعة الفقهیة الکویتیة،ج۳۰،ص۵۸،مادة"عرف")

۲؎ الشرط الثالث :ألا یکون العرف مخالفا للنص الشرعی:

-یشترط فی العرف المعتبر شرعا :ألا یخالف النصوص الشرعیة، بمعنی أن لا یکون ما تعارف علیه الناس مخالفا للأحکام الشرعیة المنصوص علیها، وإلا فلا اعتبار للعرف، کتعارف الناس شرب الخمر وتبرج النساء والتعامل بالعقود الربویة ونحو ذلک ثم إن مخالفة العرف للنص تأتی علی وجهین:

فإذا خالف العرف النص الشرعی من کل وجه، فإنه یعمل بالنص، ولا اعتبار للعرف؛ لأن النص أقوی من العرف، ولا یترک الأقوی لما هو أضعف منه، سواء کان العرف عاما أو خاصا

وإذا خالف العرف النص فی بعض الوجوه؛ فذهب الجمهور إلی أنه لا یصلح العرف مخصصا ولا مقیدا للنص، وذهب الحنفیة إلی أن العرف یخصص النص ویقیده وفی ذلک تفصیل ینظر فی :الملحق الأصولی(الموسوعة الفقهیة الکویتیة،ج۳۰،ص۵۹،مادة"عرف")

www.idaraghufran.org

اعتبار کیا جائے گا۔ [1]

عرف وعادت کے معتبر ہونے کی پانچویں شرط یہ ہے کہ تصرف کے وجود میں لانے کے وقت عرف موجود ہو، پس جو عرف پہلے تھا، اس وقت نہیں تھا، یا انشاءِ تصرف کے بعد وجود میں آیا، اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ [2] (جاری ہے............)

---

[1] الشرط الرابع - :ألا يعارض العرف تصريح بخلافه:

يشرط لاعتبار العرف :ألا يصدر تصريح بخلافه، فإذا صرح العاقدان مثلابخلاف العرف فلا اعتبار للعرف؛ لأن من القواعد الفقهية أنه لا عبرة للدلالة فى مقابلة التصريح قال العز بن عبد السلام :كل ما يثبت فى العرف إذا صرح المتعاقدان بخلافه مما يوافق مقصود العقد ويمكن الوفاء به صح، فلو شرط المستأجر على الأجير أن يستوعب النهار بالعمل من غير أكل يقطع المنفعة لزمه ذلك، ولو شرط عليه أن لا يصلى الرواتب، وأن يقتصر فى الفرائض على الأركان، صح ووجب الوفاء بذلك؛ لأن تلك الأوقات إنما خرجت عن الاستحقاق بالعرف القائم مقام الشرط، فإذا صرح بخلاف ذلك مما يجوزه الشرع ويمكن الوفاء به جاز(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠،ص ٥٩،مادة"عرف")

[2] الشرط الخامس :أن يكون العرف قائما عند إنشاء التصرف:

يشترط لاعتبار العرف :أن يكون قائما عند إنشاء التصرف، وذلك بأن يكون العرف سابقا أو مقارنا للتصرف عند إنشائه؛ لأن كل من يقوم بتصرف -سواء كان قوليا أو فعليا إنما يتصرف بحسب ما جرى به العرف؛ ليصح الحمل على العرف القائم،فلا عبرة بالعرف الطارء بعد التصرف.

قال القرافى :العوائد الطارئة بعد النطق لا يقضى بها على النطق، فإن النطق سالم عن معارضتها، فيحمل على اللغة، ونظيره :إذا وقع العقد فى البيع فإن الثمن يحمل على العادة الحاضرة فى النقد، وما يطرأ بعد ذلك من العوائد فى النقود لا عبرة به فى هذا البيع المتقدم، وكذلك النذر والإقرار والوصية إذا تأخرت العوائد عليها لا تعتبر، وإنما يعتبر من العوائد ما كان مقارنا لها.

وقال السيوطى :العرف الذى تحمل عليه الألفاظ إنما هو المقارن السابق دون المتأخر، وقال ابن نجيم بعد أن ذكر عبارة السيوطى :ولذا قالوا :لا عبرة بالطارء وقد سبق تفصيل بعض مسائل العرف فى مصطلح : (عادة) ، كما سيأتى الكلام مفصلا على مباحث العرف ومسائله فى :الملحق الأصولى(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠،ص ٦٠،مادة"عرف")

علمی وتحقیقی رسائل (جلد8)

(1)...اجتہادی اختلاف اور باہمی تعصب

(2)...تفرّد کی حقیقت

مصنّف: مفتی محمد رضوان خان

www.idaraghufran.org

عبرت کدہ مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت شمویل علیہ السلام (قسط 3)

جب بنی اسرائیل کے ایک گروہ نے حضرت شمویل سے قتال کے لیے ایک بادشاہ کو بھیجنے کی درخواست کی تھی، تو حضرت شمویل نے اللہ کی طرف سے طالوت کو بادشاہ مقرر کرنے کا فیصلہ سنایا تھا، اس کے بعد بنی اسرائیل نے ان کی تقرری پر کچھ اعتراضات کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی کوئی نشانی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہونے کا مطالبہ کیا تھا، جس کے جواب میں حضرت شمویل نے فرمایا کہ طالوت بادشاہ کی علامت یہ ہوگی کہ فرشتے اس کے ساتھ آلِ موسیٰ و آلِ ہارون کی باقیات ومتروکات اٹھا کر چلیں گے، جو کہ ان کے زمانہ میں جہاد وقتال میں فتح وکامیابی کا ذریعہ ہوا کرتا تھا۔ [1]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے طالوت کے برحق بادشاہ ہونے کی یہ علامت مقرر کردی گئی تھی۔

چنانچہ قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَالَ لَهُمۡ نَبِيُّهُمۡ اِنَّ اٰيَةَ مُلۡكِهٖۤ اَنۡ يَّاۡتِيَكُمُ التَّابُوۡتُ فِيۡهِ سَكِيۡنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوۡسٰى وَاٰلُ هٰرُوۡنَ تَحۡمِلُهُ الۡمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰيَةً لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ (سورة البقرة، رقم الآية ۲۴۸)

ترجمہ: اور کہا ان کو ان کے نبی نے کہ بے شک اس کی حکومت کی نشانی یہ ہے کہ آئے گا

---

[1] وقال لهم نبيهم إن آية ملكه أن يأتيكم التابوت وذلك أنهم سألوا أشمويل النبى فقالوا ما آية ملكه فقال: إن آية ملكه أن يأتيكم التابوت (تفسير الخازن، ج ا ص ۱۸۰، ۱۸۱، سورة البقرة)

يقول لهم نبيهم: إن علامة بركة ملك طالوت عليكم، أن يرد الله عليكم التابوت الذى كان أخذ منكم فيه سكينة من ربكم قيل معناه وقار وجلالة (تفسير ابنِ كثير، ج ا ص۵۰۷، سورة البقرة)

تمہارے پاس صندوق، جس میں ہوگا سکون تمہارے رب کی طرف سے، اور بقیہ ان چیزوں کا جو چھوڑا موسیٰ کی آل نے اور ہارون کی آل نے، اٹھائیں گے اس کو فرشتے، بے شک اس میں نشانی ہے تمہارے لیے اگر ہو تم مومن (سورہ بقرہ)

حضرت طالوت کی حکومت وبادشاہت کی نشانی میں آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون کے باقیات کا ذکر کیا گیا ہے، جس میں ان کے متروکات وملبوسات تھے، جس سے معلوم ہوا کہ انبیاء وصلحاء کے باقیات ومتروکات اور ملبوسات وغیرہ باعثِ خیر وبرکت ہوتے ہیں۔

اس تمام ردوقدح کے بعد بنی اسرائیل کو انکار کے لیے کوئی چارہ کار نہ رہا، اور حضرت شمویل کے الہامی فیصلہ کے مطابق ''طالوت'' کو بادشاہ بنادیا گیا۔

جب بنی اسرائیل کے نبی نے طالوت کو جہاد وقتال کا امیرِ لشکر مقرر کردیا، اور طالوت اپنے لشکر کے ساتھ جہاد وقتال کے لیے نکلے، تو لشکر کے لوگوں اور فوجیوں کی اللہ کی طرف سے آزمائش کا اس طرح انتظام کیا گیا کہ انہوں نے ایک نہر سے گزرنا تھا، انہیں یہ حکم دیا گیا کہ نہر سے گزرتے وقت کوئی اس میں سے پانی نہ پیے، ورنہ وہ طالوت کے اصل فوجیوں اور لشکر سے تعلق رکھنے والا شمار نہیں ہوگا، اور جو اس نہر سے پانی نہیں پیے گا، وہ طالوت کے اصل فوجیوں اور لشکر سے تعلق رکھنے والا شمار ہوگا، البتہ ایک چلّو بھر کر پینے کی اجازت ہوگی۔ [1]

پھر جب طالوت اور اس کا لشکر اس نہر پر پہنچا، تو لشکر کے اکثر لوگوں نے اس نہر سے پانی پی لیا، اور تھوڑے لوگ ہی ایسے باقی رہے، جنہوں نے اس سے پانی نہیں پیا، اگر پیا بھی، تو ایک چلّو بھر پیا۔ پھر جب طالوت اور اس پر ایمان لانے والوں نے، جنہوں نے پانی نہیں پیا تھا، اس نہر کو عبور کرلیا،

[1] یقول تعالی مخبرا عن طالوت ملک بنی إسرائیل حین خرج فی جنوده، ومن أطاعه من ملأ بنی إسرائیل، وکان جیشه یومئذ فیما ذکره السدی ثمانین ألفا، فالله أعلم، أنه قال إن الله مبتلیکم أی مختبرکم بنهر، قال ابن عباس وغیره: وهو نهر بین الأردن وفلسطین، یعنی نهر الشریعة المشهور، فمن شرب منه فلیس منی أی فلا یصحبنی الیوم فی هذا الوجه ومن لم یطعمه فإنه منی إلا من اغترف غرفة بیده، أی فلا بأس علیه، قال الله تعالی: فشربوا منه إلا قلیلا منهم قال ابن جریج: قال ابن عباس: من اغترف منه بیده روی، ومن شرب منه لم یرو (تفسیر ابنِ کثیر، ج ۱ ص ۵۰۹، سورة البقرة)

تو لشکر کے ان لوگوں نے جو نہر کا پانی پی چکے تھے کہا کہ آج ہمارے اندر اتنی طاقت نہیں ہے کہ جو ہم اپنے مدّ مقابل جالوت اور اس کے لشکر کا مقابلہ کر سکیں، اور وہ نہر عبور کرنے سے بھی قاصر رہے۔

لیکن جن لوگوں کو اللہ سے ملاقات کا ایمان و یقین تھا، اور انہوں نے نہر سے پانی نہیں پیا تھا، اور وہ نہر عبور کر چکے تھے، انہوں نے کہا کہ اگر لشکر کے اکثر لوگ ہمارے ساتھ نہیں، تو گھبرانے والی کوئی بات نہیں، بہت سی چھوٹی اور تھوڑے لوگوں کی جماعتیں بہت بڑی جماعتوں پر اللہ کی مدد و نصرت سے غالب آ چکی ہیں، اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِیْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَیْسَ مِنِّیْ وَمَنْ لَّمْ یَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّیْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِیَدِهٖ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْیَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالَ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِیْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (سورة البقرة، رقم الآیة ۲۴۹)

ترجمہ: پھر جب نکلا طالوت لشکر کے ساتھ، کہا اس نے کہ بے شک اللہ آزمائش کرنے والا ہے، تمہاری ایک نہر سے، پس جس نے پی لیا اس سے تو نہیں ہے وہ مجھ سے، اور جس نے نہیں کھایا اس سے تو بے شک وہ مجھ سے ہے، مگر یہ کہ جو ایک چلو بھر لے اپنے ہاتھ سے، پھر انہوں نے پی لیا اس سے سوائے تھوڑوں کے، ان میں سے، پس جب عبور کیا اس کو اس (طالوت) نے اور ان لوگوں نے جو ایمان لائے اس کے ساتھ، کہا انہوں نے کہ نہیں ہے طاقت ہمارے لیے آج جالوت اور اس کے لشکر کے ساتھ، کہا ان لوگوں نے جو یقین رکھتے تھے اس کا کہ بلا شبہ وہ ملاقات کرنے والے ہیں اللہ سے کہ کتنی قلیل جماعتیں غالب آ گئیں بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے، اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (سورہ بقرہ)

(جاری ہے..........)

طب وصحت

حکیم مفتی محمد ناصر

اختلاجِ قلب،اسباب،علامات،احتیاط اور علاج

اختلاج عربی زبان کا لفظ ہے،اس کے لغوی مفہوم میں حرکت، اضطراب، پھڑکنا اور بے قراری جیسی کیفیات شامل ہیں۔

طبی اصطلاح میں جب انسان اپنے دل کی دھڑکن کو خلافِ معمول شدت، تیزی، بے ترتیبی یا پھڑ پھڑاہٹ کے ساتھ محسوس کرے تو اسے اختلاجِ قلب کہا جاتا ہے،اسے اختلاجِ قلب اس لیے کہا جاتا ہے کہ مریض کو دل یا سینے کے مقام پر ایسی غیر معمولی حرکت محسوس ہوتی ہے جیسے دل زور سے دھڑک رہا ہو، پھڑ پھڑا رہا ہو یا اپنی معمول کی ترتیب سے ہٹ گیا ہو،جدید طب میں اس کیفیت کے لیےHeart Palpitations کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔

آرام کی حالت میں بالغ انسان کے دل کی دھڑکن عموماً60 سے 100 مرتبہ فی منٹ ہوتی ہے،مگر جسمانی فٹنس،عمر،ادویات اور دوسری کیفیات کے اعتبار سے اس میں فرق ہوسکتا ہے۔

ایک صحت مند انسان عموماً اپنے دل کی معمول کی دھڑکن کو نمایاں طور پر محسوس نہیں کرتا،لیکن بعض اوقات دل کی دھڑکن اس انداز سے محسوس ہونے لگتی ہے کہ انسان کو سینے میں دل کے زور زور سے دھڑکنے، پھڑ پھڑانے،اچھلنے،تیزی سے چلنے یا دھڑکن چھوٹ جانے کا احساس ہوتا ہے۔

مریض اختلاجِ قلب کی کیفیت کو مختلف انداز میں بیان کرتا ہے،مثلاً دل بہت تیز چل رہا ہے، دل زور زور سے دھڑک رہا ہے، سینے میں پھڑ پھڑاہٹ محسوس ہورہی ہے،ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے دل ایک دھڑکن چھوڑ گیا ہو، دل اچانک اچھلتا یا ٹھوکر سی مارتا محسوس ہوتا ہے، سینے کے علاوہ حلق یا گردن میں بھی دھڑکن محسوس ہوتی ہے۔

اختلاجِ قلب بذاتِ خود ہمیشہ کسی مستقل قلبی بیماری کا نام نہیں، بلکہ زیادہ تر ایک علامت یا احساس ہے، یہ کبھی بالکل صحت مند انسان میں وقتی طور پر پیدا ہوسکتا ہے،مثلاً خوف، گھبراہٹ، شدید ورزش، نیند کی کمی یا چائے اور کافی کی کثرت کے بعد؛ جبکہ بعض اوقات یہی کیفیت دل کی دھڑکن

www.idaraghufran.org

کی بے ترتیبی، تھائرائیڈ کی بیماری، خون کی کمی یا کسی دوسرے مرض کی علامت ہوسکتی ہے، اس لیے اختلاجِ قلب کو نہ ہر حال میں خطرناک سمجھنا درست ہے اور نہ ہر صورت میں معمولی سمجھ کر نظر انداز کرنا مناسب ہے۔

اختلاجِ قلب کی وجوہات اور اسباب

اختلاجِ قلب کے اسباب بہت متنوع ہیں، بعض بالکل معمولی اور عارضی ہوتے ہیں، جبکہ بعض اسباب طبی توجہ چاہتے ہیں، سہولت کے لیے انہیں چند بڑے گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

نفسیاتی اور جذباتی اسباب

ذہنی اور جذباتی کیفیات دل کی دھڑکن پر فوری اثر ڈال سکتی ہی، خوف، شدید غصہ، ذہنی دباؤ، اضطراب اور گھبراہٹ کی حالت میں جسم میں ایڈرینالین جیسے ہارمونز بڑھ جاتے ہیں، جس سے دل کی رفتار اور دھڑکن کی قوت بڑھ سکتی ہے، اسی لیے بعض افراد کو شدید پریشانی، خوف، اچانک صدمہ، غصہ، پینک اٹیک کے دوران اختلاجِ قلب محسوس ہوتا ہے، ایسی صورت میں دل لازماً بیمار نہیں ہوتا، بلکہ جسم کا اعصابی اور ہارمونی نظام وقتی طور پر دل کی رفتار بڑھا رہا ہوتا ہے۔

جسمانی محنت اور ورزش

دوڑنے، سیڑھیاں تیزی سے چڑھنے، بھاری وزن اٹھانے یا شدید ورزش کے دوران عضلات کو زیادہ آکسیجن اور غذائی اجزا درکار ہوتے ہیں، اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے دل تیزی سے خون پمپ کرتا ہے، اس دوران دل کی دھڑکن تیز محسوس ہونا عموماً ایک طبعی ردِعمل ہے، ورزش ختم ہونے کے بعد دھڑکن بتدریج معمول پر آجانی چاہیے، البتہ اگر معمولی جسمانی سرگرمی پر بھی شدید اختلاج، سینے کا درد، چکر یا غیر معمولی سانس پھولنے لگے تو طبی معائنہ ضروری ہے۔

کیفین کی زیادتی

کافی، چائے، انرجی ڈرنکس اور بعض سافٹ ڈرنکس میں کیفین موجود ہوتی ہے، حساس افراد میں کیفین کی زیادہ مقدار دل کی دھڑکن تیز یا نمایاں محسوس ہونے کا باعث بن سکتی ہے،

﴿بقیہ صفحہ 59 پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اخبارِادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

❑......19/صفرالمظفر ، بروز پیر مولانا عصمت اللہ صاحب (سابقہ ایم پی اے،کوہستان) ہمراہ مولانا نظام الدین صاحب، جامعہ قاسمیہ،اسلام آباد سے مفتی صاحب مدیر سے ملاقات کے لئے ادارہ میں تشریف لائے۔

❑......22/صفرالمظفر ، بروز جمعرات، روات میں واقع ادارہ غفران کی شاخ میں بورنگ کا کام شروع ہوا، جو بحمداللہ تکمیلی مراحل میں پہنچ چکا ہے،اللہ تعالیٰ وافر مقدار میں میٹھے پانی کی نعمت عطافرمائے۔آمین۔

❑......26/صفرالمظفر ، بروز پیر ادارہ غفران کی مجلسِ فقہی کا انعقاد ہوا، جس میں علمی وتحقیقی رسائل کی جلد نمبر 31اور جلد نمبر32 کے رسائل پر مشاورت اوران کی اشاعت پر باہم گفتگو ہوئی۔

❑......27/صفرالمظفر ، بروزمنگل حافظ محمد عرفان کے تکمیلِ حفظِ قرآن کے موقع پر دعائیہ تقریب منعقد ہوئی، جس میں موصوف حافظ صاحب کے اہلِ خانہ تشریف لائے۔

❑......28/صفرالمظفر ، بروز بدھ شعبہ حفظ میں سہ ماہی امتحانات منعقد ہوئے۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ 58 ''اختلاجِ قلب،اسباب،علامات،احتیاط اورعلاج''﴾

خصوصاً خالی پیٹ بہت زیادہ کافی،انرجی ڈرنکس یا مسلسل کئی کپ چائے پینے والے افراد میں اختلاج بڑھ سکتا ہے۔

تمباکواورنکوٹین

سگریٹ اوردوسری نکوٹین والی مصنوعات دل اورخون کی نالیوں پر اثر انداز ہوتی ہیں،نکوٹین دل کی رفتار اور بلڈ پریشر بڑھا سکتی ہے، اور بعض لوگوں میں اختلاج کا سبب بن سکتی ہے،تمباکونوشی کا نقصان صرف اختلاج تک محدود نہیں، بلکہ یہ دل کے دورے، فالج اور شریانوں کی بیماری کے اہم خطرات میں بھی شامل ہے۔

نیندکی کمی اورجسمانی تھکن

مسلسل جاگنا، ناکافی نیند،شدید جسمانی تھکاوٹ اور بے قاعدہ معمول اعصابی نظام کو متاثر کرکے دل کی دھڑکن کوزیادہ محسوس کروانے کا سبب بن سکتے ہیں،اگر اختلاج کا تعلق مسلسل نیند کی کمی سے ہوتو مناسب نینداورآرام سے اس میں واضح بہتری آسکتی ہے۔